فهرستِ دیوانِ عبید زاکانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ایران کے اکثر قدیم اور نامی گرامی شعرا کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا - نہ خود انھوں نے اپنے حالات لکھنے کا خیال کیا اور نہ ان کے احباب یا اولاد ہی نے اس طرف کوئی توجہ کی - مولانا عبید کا بھی یہی حال ہے - بعض شعرا کے تذکروں میں ان کا مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا نام نظام الدین تھا اور عبید تخلص کرتے تھے - ان کی ولادت زاکان میں ہوئی جو ضلع قزوین کا ایک قصبہ اور ان کا آبائی وطن تھا - سلطان جمال الدین شیخ ابو اسحق اینجو والی شیراز کے عہد (سنہ ۷۳۸ھ تا سنہ ۷۵۴ھ) میں انھوں نے شیراز میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اور وہیں رہنے لگے -

مولانا عبید کے قصائد اور قطعات سے پتہ چلتا ہے کہ شیراز میں ان کے مربّی رکن الدین عمید الملک تھے جو سلطان ابو اسحق کے عہد میں منصب وزارت پر فائض ہوے - اس پادشاہ اور وزیر کی مدح میں ان کے بہت سے قصائد اور قطعات ہیں - انھوں نے اس عہد کے مختلف واقعات کی طرف اپنے دیوان میں کئی جگہ اشارہ بھی کیا ہے -

ابو اسحق امیر محمود شاہ اینجو کا بیٹا تھا، جو سلطان ابو سعید والی بغداد (سنہ ۱۳۱۶ع تا سنہ ۱۳۳۵ع) کے عہد میں شیراز کا حاکم تھا - ارپاخاں کے عہد میں امیر محمود سنہ ۷۳۶ھ میں قتل کردیا گیا اور اس کی جگہ باغی پاستی شیراز کا حاکم مقرر ہوا - لیکن اہل

شیراز امیر محمود کے بڑے لڑکے امیر مسعود کے طرفدار ہوکر باغی باسقی سے منحرف ہوگئے - جس کی بنا پر باغی باسقی نے امیر مسعود کو قتل کرڈالا - اس وقت امیر ابواسحٰق بن امیر محمود اینجو شبانکار میں تھا - بھائی کی قتل کی خبر سن کر وہ شیراز پہنچا اور باغی باسقی کو وہاں سے نکال کر اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا - تقریباً سولہ سال تک شیراز میں اس کی سلطنت رہی - مولف ہفت اقلیم نے لکھا ہے کہ مغلوں کی زبان میں اینجو کے معنی " املاک خاصۂ پادشاہ " کے ہیں - اور چونکہ ابتدا میں املاک خاصۂ شاہی کی دیکھ بھال امیر محمود کے سپرد تھی لوگ عام طور پر اس کو اینجو کہنے لگے اور یہ اس خاندان کا لقب ہی ہوگیا - مورخوں نے امیر ابواسحٰق کو حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد میں بتایا ہے -

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں شہر شیراز اور سلطان ابو اسحٰق اینجو کا بھی ذکر کیا ہے جس کے بعض ایسے واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے جن کی طرف مولانا عبید نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے - ابن بطوطہ نے اپنی سیاحت کے دوران میں دو دفعہ شیراز کی زیارت کی ہے - پہلی دفعہ سنہ ۷۲۹ھ میں ، اور دوسری دفعہ سنہ ۷۴۸ھ میں جب کہ ابواسحٰق وہاں کا پادشاہ تھا - ذیل میں سفر نامۂ ابن بطوطہ مترجمۂ نوازش علی خاں سے اخذ کرکے بعض حالات و واقعات درج کئے جاتے ہیں :—

" سلطان شیراز کا ذکر "

" جس زمانے میں کہ میں شیراز میں گیا تھا وہاں کا بادشاہ ملک فاضل ابواسحٰق ابن محمود شاہ اینجو تھا - اس کے باپ نے اس کا نام تبرکاً شیخ ابواسحٰق کازرونی کے نام پر رکھا - خدایتعالیٰ ایسے بزرگ سے سب کو نفع پہنچائے - یہ بادشاہ بہترین بادشاہان دنیا سے تھا - صورت ، سیرت اور وضع سب اس بادشاہ کی بہت اچھی تھی - کریم النفس ،

متواضع ، جمیل الاخلاق ، سب صفتیں اس بادشاہ میں تھیں ۔ یہ
بادشاہ بہت بڑا صاحب قوت اور بہت بڑے ملک کا فرمانروا تھا ۔
اس کی فوج صرف ترک و عجم کی بقدر پچاس ہزار کے تھی ۔ اہل
اصفہان پر اس کو بہت اعتماد اور بھروسہ تھا ۔ اہل شیراز سے ہمیشہ
اندیشناک رہا کرتا تھا ۔ نہ ان کو کوئی خدمت دیتا اور نہ اپنا
مقرّب بناتا تھا ،، ۔

(شیراز کا پادشاہ ہونے کے بعد ابواسحٰق نے) ،، اصفہان اور اکثر
بلاد فارس پر جن کی مسافت بقدر ڈیڑھ مہینے کے ہوگی قبضہ کرلیا
اور رعب و دبدبہ اس کا خوب شدت سے پھیل گیا ۔ اور ہمت اس
کی بڑھی کہ قریب قریب کے اور دوسرے بلاد پر بھی اپنی حکومت
جمادے ۔ پہلے پہل اس نے سب سے قریب تر شہر یعنی یزد سے لگا
لگایا ...... اور اس شہر کا محاصرہ کرکے اس کو فتح کرلیا ۔ امیر
مظفر شاہ ابن امیر محمد شاہ * نے وہاں سے چھے میل کے فاصلے پر ایک
قلعہ میں پناہ لی .... ابواسحٰق نے اس قلعے کو بھی گھیرا ۔
امیر مظفر سے اس واقعہ میں نہایت دلیری اور مردانگی ظہور
میں آئی جو کبھی سننے میں نہ آئی تھی ۔ جس کو از قبیل خرق
عادت سمجھنا چاہئے ۔ امیر مظفر راتوں کو سلطان ابواسحٰق کی فوجوں
پر شبخون مارا کرتا تھا ۔ اور جس قدر چاہتا تھا کشت و خون کرتا
تھا ۔ سلطانی فوجوں اور خیموں میں پل پڑتا تھا ۔ اور پھر اپنے
قلعے میں چلا جاتا تھا ۔ کسی کے ہاتھ نہیں آتا تھا ۔ ایک روز خیمہاے
سلطانی پر اس نے چھاپا مارا اور ایک جماعت کی جماعت وہاں قتل
کر ڈالی ۔ دس گھوڑے سلطانی خاصہ کے پکڑ لئے اور لیکر اپنے قلعے
میں پلٹ گیا ۔

،، جب سلطان نے یہ حال دیکھا تو حکم دیا کہ ہر شب کو
پانچ ہزار سوار تیار رہا کریں ۔ اور امیر مظفر کے واسطے کمینگاہیں
بنوائی گئیں اور سوار ان کمینگاہوں میں چھپ کر بیٹھے ۔
امیر مظفر نے حسب عادت سو سواروں سے سلطانی فوج پر شبخون

* امیر محمد شاہ ابن مظفر شاہ ہونا چاہئے لیکن ترجمے میں ہر جگہ امیر محمد کی بجاے امیر مظفر
درج ہے ۔

'' ایک بار سلطان ابواسحٰق نے یہ آرزو کی کہ ایک ایوان مثل ایوان کسریٰ کے بنایا جائے ۔ اور اہل شیراز کو حکم دیا کہ اس کی بنا کھودنے کا کام اپنے ذمہ لیں ۔ چنانچہ اہل شیراز نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ۔ اس کام کی تعمیل پوری کرنے میں ہر ایک پیشہور بہ مقابلہ دوسرے کی تفاخر و تعلّی چاہتا تھا ۔ اور اس کام میں حد کردی ۔ یہاں تک کہ مٹی ڈھونے کی ٹوکریاں چمڑے کی بنوائیں اور ان کے اوپر حریر زرکش کے غلاف چڑھوائے ۔ علیٰ ھذالقیاس جن انوروں پر کہ مٹی لاد کر پھینکی جاتی تھی یا بِنا کے متعلق جو جانور بار برداری کے تھے ، ان کی خورجیاں اور خوگیر و پالان حریر زرکش کے بنوائے ۔ اور بعض لوگوں نے کودارے اور پھاوڑے چاندی کے بنوائے ۔ اور بہ کثرت شمعیں روشن کیں ۔ اور کھودتے وقت عمدہ سے عمدہ کپڑے پہن کر اور حریر کے پٹکے باندھ کر کھودنے کا کام کرتے تھے ۔ سلطان یہ سب افعال ان کے ایک خاص جگہ سے دیکھتا تھا ۔ اس بنا کو میں نے بھی دیکھا ہے ۔ بقدر تین ذراع کے زمین سے بلند ہوئی تھی ۔ جب بنا اس ایوان کی تیار ہوگئی تو سلطان نے اہل شہر سے کام لینا موقوف کردیا ۔ اور کاریگروں سے بہ اجرت کام لیا جانے لگا ۔ روزانہ ہزارہا کاریگر اس کام کے واسطے اٹھائے جاتے تھے ۔ میں نے والی شہر شیراز سے سنا ہے کہ شیراز کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ اس بنا کی تیاری میں صرف ہوتا تھا ۔ اور یہ کام امیر جلال‌الدین فلکی توریزی کے اہتمام میں تھا ۔ یہ شخص کبار لوگوں میں سے تھا ، بڑا فاضل جس کا نام ہبتہ‌اللہ اور لقب بہاءالملک تھا ۔

'' سلطان ابواسحٰق اگرچہ بہت چاہتا تھا کہ داد و دہش و عطا و کرم میں ملک ہند کے مثل میں بھی ہوجاؤں مگر زمین و آسمان کا فرق تھا ۔ سلطان ابواسحٰق کے عطیات سے یہ مشہور امر ہے کہ جب ملک ہرات کی طرف سے اس کے پاس شیخزادہ خراسانی بطور سفارت کے آیا تھا تو ابواسحٰق نے ستر ہزار دینار عطا کئے تھے ۔ ملک ہند اس کی دوگنی دوگنی رقم بیحد لوگوں کو جو خراسان وغیرہ سے اس کے پاس آتے تھے دیدیا کرتا تھا ۔ اگرچہ سلطان ابواسحٰق

بڑا دینے والا اور کریم و سخی ہے لیکن مُلکِ ہند کی ایک سیڑھی تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے ۔ ''

سلطان ابواسحٰق اینجو نے ایوان شاہی ، جس کا ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے ، اور بعض اور عمارتیں اپنے پایتخت شیراز میں بنوائی تھیں ۔ ان کی تہنیت میں عبید زاکانی کے کئی قصیدے اور قطعے ہیں ۔ نمونے کے طور پر ایک قطعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

قطعہ

بہ فیروزی دریں قصر همایوں	کہ بادا تا بہ نفخ صور معمور
بہ شادی بزم سلطان قصب پوش	کہ دل را ذوق بخشد دیدہ را نور
جمال ملک و دیں شاہ جواں بخت	کہ باد از تاج و تختش چشم بد دور
صریر کلک او را دهر محکوم	بقا و امر او را چرخ مامور
مدامش بخت بر اعدا مظفر	همیشہ رایت عالیش منصور

سلطان ابواسحٰق اینجو نے ابتدا میں بڑی مستعدی سے سلطنت کی اور تھوڑے ہی عرصے میں ایران کے ایک بڑے حصے پر قابض ہوگیا ۔ لیکن بعد میں کچھ اس طرح عیش و عشرت کی طرف مائل ہوگیا کہ شراب و شاہد کے سوا اور کوئی شغل اسے اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا ۔ اس کی عیش پرستی سے فائدہ اٹھاکر سلطان مبارزالدین محمد بن مظفر نے سنہ ۷۵۴ھ میں شیراز کا محاصرہ کرلیا ۔ ابواسحٰق اس کے مقابلے کے لئے تیار نہ تھا ، اس لئے شیراز چھوڑکر اصفہان کی طرف نکل گیا ۔ مبارزالدین نے شیراز پر قبضہ کرکے ابواسحٰق کے لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا ۔ ابواسحٰق نے اصفہان و عراق میں فوجیں جمع کرنے کی بہتیری کوششیں کیں ، لیکن اسے کامیابی نہوئی ۔ مبارزالدین محمد بن مظفر نے اسے بھی گرفتار کرکے سنہ ۷۵۷ھ میں قتل کرا ڈالا —

ابواسحٰق کے خان و مان اور سلطنت کی تباہی پر عبید نے ایک قطعہ لکھکر اپنی دردمندی کا اظہار کیا ہے ، جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

قطعہ

سلطان تاج بخش جہاندار امیر شیخ
کاوازۂ سخاوت و جودش جہاں گرفت

شاہی چو کیقباد و چو افراسیاب کرد
کشور چو شاہ سنجر و شاہ اردواں گرفت

پشتیّ دیں ز قوّت تدبیر پیر کرد
روے زمیں بہ بازوے بخت جواں گرفت

در عیش ساز و عادت خسرو بنا نہاد
در رسم و شیوہ گاہ چو نوشیرواں گرفت

ایوان و قصر و جنت و فردوس بر فراشت
در وے نشست شاد و قدح چوں کیاں گرفت

ہر بندۂ کہ بر در او جایگاہ یافت
خود را امیر و خسرو صاحبقراں گرفت

بنگر کہ روزگار چہ بازی پدید کرد
نکبت چگونہ دولت او را عناں گرفت

جوشے برد محیط بلا و ز ناگہاں
ملک و خزانہ و پسرش درمیاں گرفت

تا سوز و گریۂ کہ بہم برزد آں بنا
تا دود و نالۂ کہ دراں دودماں گرفت

کاں بوستاں‌سراے کہ آیین رنگ و بو
خلد بریں ز رونق آں بوستاں گرفت

اسی سلسلے میں مبارزالدین محمد بن مظفر کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے :—

اکنوں بداں رسید کہ بر جاے عندلیب
زاغ سیہ دل آمد و در وے مکاں گرفت

قصرے کہ برد فرّخی از فرّ او ھماے
سگ بچّہ کرد در وے و زاغ آشیاں گرفت

اور پھر اس بربادی کو نگاہ عبرت سے دیکھتے ھوے یوں لکھا ھے :—

در کار روزگار و ثبات جہاں عبید
عبرت ھزار بار ازاں می‌تواں گرفت

بیچارہ آدمی چو ندارد بہ ھیچ حال
نے بر ستارہ دست و نہ بر آسماں گرفت

خوش وقت مقبلے کہ دل اندر جہاں نبست
و آسودہ خاطرے کہ ز دنیا کراں گرفت

سلطان ابواسحٰق کے عہد میں شہر شیراز جنت کا ایک نمونہ تھا ۔ عبید نے بھی حافظ شیراز کی طرح اس شہر کی توصیف میں ایک غزل کہی ھے جو حسب ذیل ھے :—

غزل

نسیم خاک مصلّٰی و آب رکناباد
غریب را وطن خویش می‌برد از یاد

زھے خجستہ مقامے و جانفزا ملکے
کہ باد خطّۂ عالیش تا ابد آباد

بہ ھر طرف کہ روی نغمہ می‌کشد بلبل
بہ ھر چمن کہ رسی جلوہ می‌کند شمشاد

بہ ھرکہ می‌نگری شاھدے است چوں شیریں
بہ ھرکہ می‌گذری عاشقے است چوں فرھاد

دریں دیار دلم شہربند دلدارے است
کہ جاں بہ طلعت او خرّم است و خاطر شاد

خوش است نعمت و بار جہاں ولے چو عبید
غلام خاطر آنم کہ دل بر او ننہاد

ابن بطوطہ نے شیراز کے بارے میں یوں لکھا ہے :—

"یہ شہر اصلی و قدیم ہے - آبادی اس کی بہت دور دور تک ہے - بڑا مشہور اور بڑے بلند مرتبے کا شہر ہے - باغات یہاں کے بڑے آب و تاب کے ہیں - نہریں یہاں موجزن بڑی فضا کی ہیں - راستے اور بازاریں یہاں کی اعلی درجے کی ہیں - یہ شہر بڑا کثیرالعمارت ہے - عمارتیں یہاں کی نہایت مستحکم اور خوش ترتیب ہیں - ہر قسم کی بازار علیحدہ علیحدہ ہیں - ایک جنس کی بازار میں دوسری جنس کا کھال میل نہیں - باشندے یہاں کے خوبصورت اور سفید پوش ہیں - مشرقی بلاد میں کوئی شہر بازارات کی خوبصورتی ' اور باغات کی خوش رونقی ' اور نہروں کی خوش فضائی ' اور باشندوں کی خوبصورتی میں جو دمشق کے لگ بھگ ہو سوائے شیراز کے اور کوئی شہر نہیں ہے - " *

عبید کی تصانیف میں "موش و گربہ" کا قصہ سب سے زیادہ مشہور ہے - اس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ چوہے بلی کی کوئی معمولی کہانی نہیں ہے جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہو ' بلکہ اس میں کوئی خاص مطلب پنہاں ہے ' جس کو کچھ اسی زمانے کے لوگ خوب سمجھ سکتے تھے - خود عبید نے بھی اس باب میں یوں لکھا ہے :—

جان من پند گیر ازیں قصہ   تا شوی در زمانہ شادانا

غرض از "موش و گربہ" بر خواندن   مدعا فہم کن پسر جانا

اب ٹھیک طور پر اس کے مقصد کا پتہ چلانا سخت دشوار ہے - مطبعۂ شرکت کاویانی ' برلن نے موش و گربہ کا قصہ شایع کیا ہے - اس بارے میں اس کے مدیر ' غنی زادہ ' نے مقدمے میں صرف اسی قدر لکھا ہے :—

" ایں قصۂ شیرین و دلچسپ کہ اصلاً معلوم نیست مقصود نویسندہ ازآن چہ بودہ و شاید کنایہ ای از وقائع جنگی آن زمان و کشمکشہاے پادشاہان کوچک و گردن‌کشان قبائل متعددہ با ہمدیگر باشد - " پروفیسر براؤن نے بھی اس قصے کے مقصد کے متعلق اپنا کوئی

* از سفر نامۂ ابن بطوطہ مترجمۂ نوازش علی خاں -

خیال ظاہر نہیں کیا ہے ۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید عبید نے بلی کے پردے میں امیر مبارزالدین محمد بن مظفر کا خاکہ کھینچا ہے ۔ اور جن جن پر اس نے ستم ڈھائے ان کو چوہوں سے تعبیر کیا ہے ۔

امیر مبارزالدین محمد کا باپ ، امیر شرف الدّین مظفر اپنے ابتدائی زمانے میں سلطان جلال الدین سورغتمش والی کرمان کا ملازم تھا ۔ پھر ارغون خان اور گیخاتو کی ملازمت میں رہا ۔ الجایتو سلطان کی تخت نشینی کے بعد مظفر کا مرتبہ اور بڑھ گیا اور وہ اردستان و کرمان وغیرہ کا حاکم مقرر کیا گیا ۔ امیر شرف الدین مظفر نے سنہ ۷۱۳ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مبارزالدین محمد مامور کیا گیا ۔ سلطان ابو سعید والی بغداد کی وفات (سنہ ۱۳۳۵ھ) کے بعد مبارزالدین محمد کرمان و یزد کا پادشاہ بن بیٹھا ۔ سنہ ۷۵۴ھ میں شیراز کے علاقے پر قابض ہوا اور سنہ ۷۵۹ھ تک تبریز اور عراق عجم بھی لے لیا ۔

تاریخ گزیدہ میں محمود کیتی نے اپنی طرف سے ایک باب کا الحاق کیا ہے جو کلیتہً مبارزالدین محمد اور اس کی اولاد کے عہد حکومت سے متعلق ہے ۔ محمود کیتی اسی خاندان کا ملازم تھا ۔ اس باب میں مولف نے امیر مبارزالدین کی بیحد مدح سرائی کی ہے اور ضرورت سے زیادہ جانبداری سے کام لیا ہے ، لیکن امیر مذکور کی سنگدلی اور خونریزی کے متعلق آخر اسے کچھ کہنا ہی پڑا ۔ اس نے لکھا ہے :—

”در امور جہانگیری بہ غایت مجد بود ۔ فاما طبیعتش بر اراقت خون و قساوت قلب و غدر مجبول بود ۔ بہ حسن طالع و تدبیرات موافق عروس ممالک در کنار مراد گرفت ۔ بہ واسطۂ سیاست زیادت از حد مردم ازو متنفر بودند ۔“

اس سنگدلی و خونریزی کے سبب مبارزالدین کو آخرکار اسی کے داماد نے سنہ ۷۶۰ھ میں گرفتار کرکے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی ۔ اور پھر شاہ شجاع بن مبارزالدین شیراز میں تخت نشین

اوپر کے شعر میں اسی سے متعلق کچھ اشارہ ہو ۔ پھر ایک چوہے
کی زبان سے یہ شعر کہلوایا ہے :—

سر عمد گربہ را ببخشم من   گاہ بخشش بہ روز احسانا

اوپر ابن بطوط کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ابواسحٰق کے
کشیر لشکر میں محمد بن مظفر اپنے سو سواروں سے گھس پڑتا تھا
اور کشت و خون کے بعد پھر اپنی پوری جماعت کے ساتھ صحیح و
سالم اپنے قلعے میں پہنچ جاتا تھ ۔ ابواسحٰق کے سپاہی اس کا کچھ
بگاڑ نہ سکتے تھے ۔ گویا بلیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت چوہوں
کے لشکر پر چھاپا مار کر واپس چلی آتی تھی ۔ ابواسحٰق نے اپنی
فراخدلی سے ایسے اندیشناک دشمن کو مع اسکے سو سواروں کے نہ
صرف امان دی ، بلکہ اس کا سارا علاقہ بھی پھر اسے واپس کردیا ۔
وپر کے شعر سے اس واقعے پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے :—

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موش و گربہ کے قصہ میں عماد
فقیہہ کرمانی پر چوٹیں کی گئی ہیں ۔ عماد اس عہد کے بہت مشہور
عالم تھے ۔ شاعر بھی تھے اور ان کی متعدد تصانیف اب تک باقی
ہیں — امیر مبارزالدین ، شاہ شجاع ، اور اس عہد کے تمام وزرا و
امرا ان کو ایک مقدس بزرگ سمجھتے تھے اور ان کے بڑے معتقد
تھے ۔ شاہ شجاع ان کی ملاقات کو جایا کرتا تھا ۔ اس نے ان کے لئے
ایک خانقاہ بنوادی تھی اور وظیفہ بھی مقرر کردیا تھا ۔ کہتے ہیں
کہ عوام میں ان کے متعلق یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ ان کے
تقدس کے اثر سے ایک بلی بھی ان کے ساتھ نماز پڑھا کرتی ہے ۔
حافظ شیراز کے ایک شعر کو اسی افواہ سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ شعر
حسب ذیل ہے :—

اے کبک خوشخرام کہ خوش می‌روی بہ ناز
غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد

امیر مبارزالدین محمد کے شیراز پر قابض ہونے کے کچھ عرصہ
بعد عبید زاکانی شیراز چھوڑ کر چلے گئے ۔ اور پھر شاید سلطان

ساوجی (ملک‌الشعرائے دربار بغداد) کی وساطت سے سلطان اویس بن حسن جلائر ایلخانی (سنہ ۷۵۷ھ تا سنہ ۷۷۶ھ) والی بغداد کی ملازمت اختیار کرلی - اس سلطان کی مدح میں عبید کے کئی قصیدے ، دو تین قطعے اور دو غزلیں ہیں :—

جس قلمی نسخے سے یہ دیوان مرتب کیا گیا ہے ، اس میں دو مدحیہ قصیدے ہیں جن میں سلطان جلال‌الدین کا نام لیا گیا ہے - اس زمانے کے پادشاہوں میں صرف شاہ شجاع بن مبارزالدین محمد (سنہ ۷۶۰ھ تا سنہ ۷۸۶ھ) کا لقب سلطان جلال‌الدین تھا - مگر عبید زاکانی کو اس خاندان سے سخت نفرت تھی ، اور وہ ایک غیور خوددار آدمی تھے اس لئے یقین نہیں آتا کہ انھوں نے شاہ شجاع کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھا ہو - بہت ممکن ہے کہ اس نسخے میں کاتب نے ، بجائے سلطان جمال‌الدین کے ، جو ابواسحٰق اینجو کا لقب تھا ، سہواً جلال الدین لکھ دیا ہو :—

عبید کا سال وفات کئی تذکروں میں سنہ ۷۷۲ھ درج ہے - پروفیسر براؤن نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے - مشہور شعرا میں اکثر ایسے ہیں جن کے سال ولادت کا پتہ نہیں چلتا - عبید زاکانی بھی اس سے مستثنٰی نہیں - دولت شاہ سمرقندی نے لکھا ہے کہ شاہ شیخ ابواسحٰق اینجو کے عہد میں عبید زاکانی شیراز میں تحصیل علوم میں مشغول تھے - ابواسحق نے سنہ ۷۳۸ھ سے سنہ ۷۵۴ھ تک شیراز میں سلطنت کی - عبید نے اپنی ایک تصنیف موسوم بہ ” اخلاق‌الاشراف “ کے مقدمے میں اس کا سال تصنیف سنہ ۷۴۲ھ بتایا ہے - اگر دولتشاہ کا قول صحیح ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ولادت سنہ ۷۲۳ھ میں یا اس سے ایک آدہ سال پہلے یا بعد ہوئی ہوگی -

کلیات عبید زاکانی کے نسخے اب بہت کمیاب ہیں - مدراس کے کتب خانۂ مخطوطات فارسی وغیرہ میں اس کا ایک نسخہ ہے ، جس میں نظم و نثر دونوں قسم کی تصانیف شامل ہیں - یہ نسخہ ، بہ استثنا چند ابتدائی صفحات کے شروع سے آخر تک شکستہ خط

میں ، عام طور پر بے نقط اور بہت کرم خوردہ ہے - اکثر جگہ ایک ایک شعر کا پڑھنا گویا ایک مہم کا سر کرنا ہے - ہندوستان کے اکثر قلمی کتابوں کی فہرستوں میں میں نے بہت تلاش کی لیکن کہیں ان کے کلیات یا کم سے کم ان کے دیوان کا پتہ نہ چل سکا - ناچار اس ایک نسخے کو غنیمت سمجھکر اسی سے یہ دیوان مرتب کیا ہے -

مذکورہ نسخے میں حمد و نعت سے دیوان شروع ہوتا ہے - اس کے بعد مدحیہ قصائد ، ترکیب‌بند اور قطعات ہیں ، ان میں سے کسی پر سرخی نہیں لکھی تھی ، میں نے اپنی طرف سے ہر جگہ سرخیاں قائم کی ہیں - پھر غزلیات و رباعیات ہیں جن کی ترتیب ردیف‌وار نہیں ہے - میں نے بھی مصلحةً اسی طرح رہنے دیا ہے ، کہ ممکن ہے یہ چیزیں اسی طرح وجود میں آئی ہوں - پھر ایک ترجیع بند ہے - اس کے بعد ہزلیات ہیں ، جن کو بہت زیادہ فحش ہونے کی وجہ سے مرتّبہ دیوان سے حذف کردیا ہے - اس کے بعد مثنوی عشاق نامہ ہے - پھر عبید کی نثری تصانیف ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل ہے :—

کتاب دہ فصل ، جس کا دوسرا نام تعریفات ہے - (اس کے بعد مولانا معین دیوانہ استرابادی کی اللذات کا کچھ انتخاب ہے -)

پھر اخلاق‌الاشراف[1] - رسالۂ دلکشاد[2] - کتاب قلندران[3] - رسالۂ ریش[4] - صدپند[6] عبید زاکانی -

صد پند کے بعد پھر حسب ذیل منظوم تصانیف ہیں : فالنامۂ طیور ، اور پھر قصۂ موش و گربہ مگر اس قصے کی سرخی نہیں لکھی گئی ہے - صرف " اے خردمند عاقل و دانا قصۂ موش و گربہ برخوانا سے شروع کردیا ہے - فالنامۂ طیور میں بھی فحش کی آمیزش تھی اس لئے اس کو مرتّبہ دیوان سے خارج کردیا گیا -

قصۂ موش و گربہ پر کلیات ختم ہوجاتا ہے ۔ میں نے بھی عبید کے دیوان کی ترتیب وہی رکھی ہے جو مذکورہ نسخے میں ہے ۔ البتہ نثری تصانیف اس میں داخل نہیں کی ہیں ۔

مر غنی زادہ " مدیر کتاب موش و گربہ " نے اپنے مقدمے میں عبید کی ایک چھوٹی تصنیف موسوم بہ " سنگتراش " کا ذکر کیا ہے ، جو مذکورہ نسخۂ مدراس میں موجود نہیں ہے ۔ دولتشاہ سمرقندی نے عبید کی ایک تصنیف کا ذکر کیا ہے جو علم معانی سے متعلق تھی ۔ لیکن اب اس کے وجود کا کہیں کوئی پتہ نہیں چلتا ۔

عبید زاکانی کا کلام عام طور پر بہت سادہ اور سلیس ہے ۔ سارے کلام میں لطافت اور زبان کی گھلاوٹ پائی جاتی ہے ۔ ان کے کلام کے عمدہ نمونے کے طور پر ذیل میں ایک قطعہ اور ایک غزل کے تیں شعر درج کئے جاتے ہیں :---

قطعہ *

* اے عبید این گل صد برگ بر اطراف چمن
هیچ دانی کہ سحرگاہ چرا می‌خندد ؟

باوجود گرہ غنچہ و دلتنگیِ او
حکمتے هست نہ از باد و هوا می‌خندد

چون ثبات فلک و کار جہان می‌بیند
بر بقاے خود و بر غفلت ما می‌خندد

غزل

جفا مکن کہ جفا رسم دلربائی نیست
جدا مشو کہ مرا طاقت جدائی نیست

وفا نمودن و بر گشتن و جفا کردن
طریق یاری و آیین دلربائی نیست

---

* یہ قطعہ بعضوں نے شہزادی زیب النساء سے منسوب کیا ہے اور اسمیں کچھ الٹ پھیر بھی کردی ہے ۔

عبید پیش کسانے کہ عشق می‌ورزند
شب وصال کم از روز پادشاہی نیست

عبید انتہا درجہ شوخ اور ظریف‌الطبع تھے - اس طبعی شوخی کے سبب ہزل و فحش کی طرف مائل ہوے اور اسے انتہا کو پہنچا دیا - شاید فحش ہی کی آمیزش کا سبب ہے جو ان کے کلام کے نسخے اب کمیاب ہیں - نمونے کے طور پر عبید کے دو قطعے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :—

قطعہ

چون درین دنیا عزیزم داشتی یارب بہ لطف
وز بسے نعمت نہادی بر من مسکین سپاس
اندر آن دنیا عزیزم دار زیرا گفتہ اند
خوش نباشد جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس

قطعہ

در خانۂ من ز نیک و بد چیزے نیست
جز بنگی و پارۂ نمد چیزے نیست
از ہرچہ پزند نیست غیر از سودا
وز ہرچہ خورند جز لکد چیزے نیست

عبید ایک متاہل آدمی تھے اور صاحب اولاد بھی - ایک قطعہ میں انھوں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے :—

قطعہ

اے دل بہ اہل و اولاد دیگر مکش ملامہ
در شہر خویش بنشین بالخیر و السلامہ
آن قوم بےکرم را یک بار آزمودی
من جرّب المجرّب حلّت بہ الندامہ

عبید نے ”اپنی کتاب دہ فصل“ کے مختصر دیباچے میں بھی اپنی اولاد کا اس طرح ذکر کیا ہے :—

”حالیا از بہر ارشاد فرزندان و عزیزان این مختصر کہ بہ دہ فصل موسوم است بہ تحریر رسانیدم“

سب سے قدیم تذکرہ جس میں ان کا ذکر آیا ہے دولت شاہ سمرقندی کا ہے ۔ بعد کے تمام تذکرے تقریباً اسی کے خوشہ چین ہیں ۔ دولت شاہ سمرقندی نے جو کچھ ان کے بارے میں لکھا ہے گو بہت مختصر اور سرسری ہے، لیکن اپنی قدامت کے سبب یہ سب سے زیادہ اہم ہے ۔ اس لئے ذیل میں اس کی نقل دیجاتی ہے :—

(از تذکرۃالشعرای دولتشاہ سمرقندی)

ذکر املح‌الظرفا و زبدۃالفضلا عبید زاکانی رہ

مرد خوش طبع و اہل فضل بودہ ہر چند فاضلان او را از جملۂ ہزّالان می‌دارند، اما در فنون و علوم صاحب وقوف است ۔ و در روزگار شاہ ابواسحٰق در شیراز بہ تحصیل علوم مشغول بودے ۔ گویند نسخۂ در علم معانی تصنیف نمودہ بنام شاہ ابواسحٰق، و می‌خواست کہ آن نسخہ را بہ عرض شاہ رساند ۔ گفتند کہ مسخرۂ آمدہ است، و شاہ بدو مشغول است ۔ عبید تعجب نمود و گفت ”ہرگاہ تقرب سلطان بہ مسخرگی میسر گردد، و ہزّالان مقبول و علما و فضلا محجوب و منکوب باشند چرا باید کہ کسے بہ رنج تکرار پردازد و بیہودہ دماغ لطیف را بہ دود چراغ مدرسہ کثیف سازد“ و بہ مجلس شاہ ابواسحٰق نارفتہ مترنم این رباعی گشت :—

”در علم و ہنر چو من مشو صاحب فن
تا نزد عزیزان نشوی خوار چو من

خواہی کہ شوی قبول ارباب زمن
کنک آور و کنکری کن و کنکرہ زن“

و عزیزے او را ملامت کرد کہ " از علم و فضائل اجتناب باوجود فضیلت و هنر کہ تراست و بہ خسائس مشغول بودن از طریق عقل بعید می‌نماید ،، عبید این قطعہ بخواند :—

" اے خواجہ مکن تا بتوانی طلب علم
کاندر طلب راتب هر روزہ بمانی

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز
تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی ''

و هزلیات و مطائبات و اهاجی خواجہ عبید و رسائل کہ دریں باب تالیف کردہ شہرتے عظیم دارد - و ایراد این نوع کلام دریں کتاب پسندیدہ نیاید :—

حکایت کنند کہ جہان‌خاتون نام ظریفہ و مستعدۂ روزگار و جمیلۂ دهر و شہرۂ شہر بودہ و اشعار دلپذیر دارد - این مطلع در توحید اوراست :—

مصورے است کہ صورت ز آب می‌سازد
ز ذرہ ذرۂ خاک آفتاب می‌سازد

جہان خاتون را با عبید مشاعرہ و مناظرہ بودہ است و عبید در حق جہان خاتون گوید :—

گر غزلہاے جہان روزے بہ هندستان فتد
روح خسرو با حسن گوید کہ این کس گفتہ است

گویند کہ خواجہ امین‌الدین کہ در عہد شاہ ابواسحٰق وزیرے با قدر و منزلت بودہ جہان‌خاتون را بہ نکاح خود آورد - و خواجہ عبید دریں باب میگوید :—

وزیرا جہان قحبۂ بیوفاست ترا از چنین قحبۂ ننگ نیست
برو کس فراخے دگر را بخواہ خداے جہان را جہان تنگ نیست

خواجہ سلمان در حق عبید این قطعہ گوید :—

جهنّمیِ هجاگو عبید زاکانی
مقرر است به بیدولتی و بیدینی

اگرچه نیست ز قزوین و روستازادست
و لیک می‌شود اندر حدیث قزوینی

و زاکان از اعمال قزوین است ـ حکایت کنند که خواجه سلمان نوبتی در سفر محتشموار بر کنار آبی فرود آمده بود * ـ عبید زاکانی پیاده بدان مجلس رسید ـ سلمان گفت که " ای برادر از کجا می‌رسی ؟ " گفت " از قزوین " گفت " از اشعار سلمان یاد داری ؟ " گفت " یک دو بیت یاد دارم " گفت " بخوان " عبید این دو بیت را بر خواند :—

من خراباتیم و باده پرست   در خرابات مغان عاشق و مست
می‌کشندم چو سبو دوش به دوش   می‌برندم چو قدح دست به دست

این دو بیت بر خواند و گفت ، " خواجه سلمان مرد بزرگ و فاضل است ، این نوع شعر را مرا گمان نیست که بدو نسبت توان داد ـ غالب ظن من آن است که این شعر را زن خواجه سلمان گفته باشد ـ چه این نوع سخن بدو نسبت کردن اولی است ـ "

خواجه سلمان بهم برآمد و از روی فراست دریافت که این مرد نیست مگر عبید زاکانی ، و سوگندش داد ـ و او اقرار کرد که " من عبیدم " و با خواجه سلمان عتاب کرد که " نادیده هجو کردن عیب فضلاست ـ و من عزیمت بغداد خاص به جهت تو کرده ام تا ترا سزا دهم ـ بخت مساعد تو شد که از زبان من ایمن گشتی ـ "

* کہتے ہیں کہ سلمان ساوجی دجلہ کے کنارے فروکش تھا ـ اس کے ساتھ کچھ شاعر بھی تھے ـ اس وقت جب کہ سلمان نے گرہ لگانے کے لئے شاعروں کو یہ مصرعہ دیا تھا : ع : " دجلہ را امسال رفتاری عجب مستانہ است : " عبید بھی وہاں پہنچے اور فی‌البدیہہ اس طرح گرہ لگائی :— " دجلہ را امسال رفتاری عجب مستانہ است : پای در زنجیر و کف بر لب مگر دیوانہ است : " اس پر سلمان پھڑک اٹھا ـ

فگند در پس هر هفت پردهٔ مردم چشم
به انتظار تو پیوسته جاے خواب و خیال
حرام گشت بغیر از عبید در عشقت
به شاعران تخیّل‌نماے سحر حلال

اما شاه ابواسحٰق پیشتر از خروج آل مظفر حاکم شیراز و فارس بود - پادشاهی مستعد و شاعر بوده ـ و هنرمندان را تربیت کردے ، و فضلا و شعرا را مکرّم و موقّر داشتے ـ و از نژاد محمود شاه اینجوست که در عهد غازان خان او را به حکومت فارس فرستاده بودند ـ و شاه ابواسحٰق پادشاه نیکو اخلاق و پاکیزه سیرت بوده است ـ اما همواره به عیش و لهو و طرب مشغول بودے و به معظمات امور پادشاهی نپرداختے - محمد مظفر برو خروج کرد و او را و خاندان او را مستاصل ساخت ـ

حکایت کنند که محمد مظفر از یزد لشکر کشید و به شیراز به قصد ابواسحٰق آمد ـ و او به عیش و لهو مشغول بود ـ چندان که امرا او را گفتندے ” اینک خصم رسید “ تغافل کردے ـ تا حدّے که گفت ” هرکس که ازین نوع در مجلس من سخن کند او را سیاست کنم “ هیچ آفریده خبر دشمن بدو نمی‌رسانید ، تا محمد مظفر بر در شیراز نزول کرد ، این مهم را بدو نمی‌گفتند - امین‌الدین جهرمی ، که ندیم و مقرب شاه بود ، روزے شاه را گفت ، ” بر خیزید تا بر بام تماشاے بهار و تفرّج شگوفه‌زارها نماییم که عالم رشک بهشت برین و زمین غیرت کارگاه چین شده - “ و شاه را بدین بهانه بر بام کوشک برد ـ شاه دید دریاے لشکر در بیرون شهر موّاج است ـ پرسید که ” این چه می‌شود ؟ “ وزیر گفت ، ” لشکر محمد مظفر است ـ “ شاه تبسمے کرده گفت که ، ” عجب ابله مردکے است محمد مظفر که در چنین نوبهارے خود را و ما را از عیش دور می گرداند ـ “ و این بیت از شاهنامه بر خواند و از بام فرود آمد :—

” بیا تا یک امشب تماشا کنیم چو فردا رسد فکر فردا کنیم ،

فضلا این غفلت ازو پسندیده نداشتند - و عنقریب ملک ازو به دست دشمن منتقل شد - و او بر دست سلاطین آل مظفر هلاک شد - و کان ذلک فی شهور سنهٔ سبع و اربعین * و سبع مائه - و این بیت درین حال مناسب است ، بیت :—

بسی شاه غافل به بازی نشست   که دولت به بازی برفتش ز دست

و رعایای پارس را به دولت او وقت خوش بود - و بعد از شاه ابواسحٰق مردم فارس بدحال شدند و تاسف روزگار او می‌خوردند - و خواجه حافظ شیراز می‌گوید :—

* به عهد سلطنت شاه شیخ ابواسحٰق
به پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد

نخست پادشهی همچو او ولایت بخش
که گوی عدل ربود او به عدل و بخشش و داد

دوم بقیّهٔ ابدال شیخ امین‌الدین
که بود داخل اقطاب و مجمع اوتاد

سوم چو قاضی عادل اصیل ملّت و دین
که قاضیی به ازو آسمان ندارد یاد

دگر چو قاضی فاضل عضد که در تصنیف
بنای شرح مواقف به نام شاه نهاد

دگر کریم چو حاجی قوام دریا دل
که او به جود چو حاتم همی صلا در داد

نظیر خویش نه بگذاشتند و بگذشتند
خدای عزّ و جل جمله را بیامرزاد

---

* خمسین می‌باید -

* دیوان حافظ کے اکثر قلمی نسخوں میں اس قطعے کے اشعار سے متعلق بڑا اختلاف ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(حمد)

اے آفتاب صنع تو یک ذرہ کائنات
فیض تو عقل را مدد و روح را حیات

ہر ذرہ گشتہ شاہدے و ہر کوہ شاہدے
لطف تو چون بہ خاک سیہ کرد التفات

در کائنات ہرچہ بدان فخر می‌کنند
جز بندگی تو ہمہ حشو است و ترّہات

با ذکر تو کہ مونس جان است و روح دل
فارغ ز کعبہ ایم و منزّہ ز سومنات

ہر چند خاکسارم و عاصی و پرگناہ
امید دارم از کرمت حلقۂ نجات

خرّم کسے کہ با تو کند آشنائیے
وز نور مصطفی رسدش روشنائیے

(نعت)

اے خواجۂ کہ خسرو گردون غلام تست
بر منظر دنیٰ فتدلیٰ مقام تست

تا دور روزگار بود دور دور تو
تا نام کائنات بود نام نام تست

چندان کہ عقل راہ برد احترام تو
چندان کہ وہم سیر کند احتشام تست

دائم صفاے چہرۂ صبح و ہواے شام
از نور روے و سایۂ زلف چو شام تست

زنہار از جہان نظر لطف بر مدار
کاین ہم خرابہ ایست کہ در اہتمام تست

کوس سعادت تو بر افلاک می‌زنند
وز مہر تو منادی لولاک می‌زنند

(منقبت)

* سلطان اولیا و شہ اصفیا علی رضی است
بگزیدہ محرم حرم کبریا علی رضی است

مشعل‌فروز شہرۂ دین ذوالفقار او
چابک سوار معرکۂ لافتیٰ علی رضی است

آن کس کہ علم و حلم و سخا ختم شد بر اُو
عمزادۂ محمّد و شیر خدا علی رضی است

آن کو بہ آب تیغ فروشست گرد کفر
از روے دین مبارز و خیبر کشا علی رضی است

مسکین عبید خاک سگ کوے آن کس است
کو از سگان خاک در مرتضی علی رضی است

---

* یہ اشعار جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں ہیں، عبید کے پایۂ شاعری سے گرے ہوے اور الحاقی معلوم ہوتے ہیں — عبید شیعہ نہیں تھے -: دیکھو منتخب لطائف عبید زاکانی، مطبوعۂ شرکۂ کاویانی برلن

قصیده در مدح سلطان اویس بن حسن جلائر ایلخانی والی بغداد : (سنه ۷۵۷ هجری تا سنه ۷۷۶ هجری : ۱۳۵۶ع تا ۱۳۷۴ع)

گیتی ز یمن عاطفت شاه کامگار
خورشید عدل گستر و جمشید روزگار

سلطان چار رکن و سلیمان شش جهت
دارای هفت کشور و معمار نُه حصار

گشت آنچنان که باز برو رشک می‌برند
جنّات عدن هر نفسی صد هزار بار

اجرام شد موافق و افلاک مهربان
اقبال شد مساعد و ایام سازگار

هم ظلم از جهان چو کمان گشته گوشه گیر
هم جور گشت گوشه نشین همچو گوشوار

از جور چرخ نیست کنون بر زمین ستم
وز جور خاک نیست کنون بر دلی غبار

رفت آن که قصد خون گوزنی کند پلنگ
یا شیر در نشیمن گوران کند شکار

پنهان شدند در عدم آباد جور و ظلم
تا عدل پادشاه جهان گشت آشکار

سلطان اویس شاه جهاندار تاج بخش
آن نامدار جد و پدر شاه و شهریار

شاهی که عکس قبّهٔ چتر مبارکش
از ماه ننگ دارد و از آفتاب عار

رستم دلی که بازوی تیغش ... دهد *
هنگام کین ز حیدر کرّار ذوالفقار

* " نشان دهد ،، مناسب می‌نماید ۔

آفاق را که غرقهٔ طوفان فتنه بود
از موجخیز حادثه افگند بر کنار

تیغش چه معجزیست که از تاب زخم او
کوه از فزع بلرزد و دریا ز اضطرار

کلکش چه سرعتیست که هردم هزار بار
از زنگ سوی چین رود از چین به زنگبار

فرمان نافذش چو قضا گشته کارساز
تدبیر صائبش چو قدر گشته کامگار

ای خسروی که حاصل دریا و نقد کان
در چشم همت تو ندارند اعتبار

نقّاش صنع اطلس نُه توی چرخ را
از بهر بارگاه تو کردست زرنگار

اقبال بنده ایست وفادار بر درت
در حضرت تو مانده ز اجداد یادگار

دولت مساعد ست که اورا ز صدق دل
با بخت ...... † تو عهدیست استوار

کوه بلند کو ز سر حلم دم زند
بحر کشاده دل که دهد دُر شاهوار

تردامنی است پیش وقار تو سر سبک
شوریده ایست نزد سخای تو شرمسار

مقصود کائنات وجود شریف تست
ای کائنات را بوجود تو افتخار

روزی که از خروش دلیران رزمگاه
دریا بجوش آمد و گردون به زینهار

---

† " بخت کامگار " مناسب می‌نماید.

سرهای سرکشان شود آن روز پایمال
تنهای بیدلان شود آن روز خاکسار

از رعد کوس در سر گردان فتد طنین
وز برق تیغ در دل شیران فتد شرار

در گوش‌ها نیاید آنجا جز بانگ کرّنای
بر سر نهاید آنجا جز گرز و گاوسار

پیکان آبداده کند رخنه در زره
نوک سنان نیزه ز جوشن کند گذار

سرها بسان ژاله فرو بارد از هوا
خونها بسان سیل درآید ز کوهسار

روزی چنین که کوه درآید ز اضطراب
از زخم تیر و هیبت شمشیر آبدار

گرد از یلان برآرد و افغان ز پردلان
بازوی کامگار تو در قلب کارزار

تیغت ز خون و پیکر گردان دران زمان
از کشته پشته سازد و از پشته لاله‌زار

شاها عبید آن که ز جان مدح خوان تست
هرچند قائل است به تقصیر بیشمار

دارد بسی امید به عالی جناب تو
ای هرکه در جهان به جنابت امید وار

تا آب در گذر بود و آب در سپهر
تا کوه را سکون بود و خاک را قرار

وین جرم نوربخش که خورشید نام اوست
چندان که گرد مرکز خاکی کند قرار

بادا همیشه جاه و جلال تو بر مزید
بادا مدام دولت عمر تو پایدار

پیوسته باد رای تو ایمن به هر یمین
همواره باد عزم تو ایسر به هر یسار

قصیده در مدح سلطان اویس بن حسن جلائر ایلخانی والی بغداد (سنه ۷۵۷ هجری تا سنه ۷۷۶ هجری : ۱۳۵۶ع تا ۱۳۷۴ع)

ترکم چو قصد خون دل عاشقان کند
ز ابروے و غمزه دست به تیر و کمان کند

آرام جان به نرگس سحر آزما برد
تاراج دل به طرّهٔ عنبرفشان کند

چون با کمر به راز در آید میان او
جاسوس‌وار باز سرے درمیان کند

گه بر گل از بنفشه خط ...... کشد *
گه لاله را ز سنبل تر سایبان کند

سرمست اگر به باغ رود عکس عارضش
خون در کنار تازه گل و ارغوان کند

از شرم او چو جلوه کند بر کنار جوے
سرو از چمن بر آید و گل رخ نهان کند

سوسن چو بگذرد متمائل به صد زبان
افسوس بر شمائل سرو روان کند

حال دلم ز زلف پریشان او بپرس
تا موبمو بگوید و یک یک بیان کند

... چشم † او فسانهٔ رنجوریم شنو
تا او به شرح وصف من ناتوان کند

* "خط عنبرین کشد"، مناسب می‌نماید.

† "از چشم"، مناسب می‌نماید.

هر دردمند عشق که سودای او پزد
سودش به دست باشد اگر سر زیان کند

در کوی عیش مدعیش نام کرده اند
آن را که نام سر برد و فکر جان کند

دارم امید آن که به اقبال پادشاه
روزی به وصل خویشتنم میهمان کند

سلطان اویس آنکه فلک هر دمش خطاب
شاه جهان و خسرو گیتی‌ستان کند

شاهی که بهر کسب سعادت همای فتح
در زیر سایهٔ علمش آشیان کند

گرد سمند سرکش او را سپهر پیر
از روی فخر تاج سر فرقدان کند

بیدانشی بود که کسی بی وجود او
بنشیند و حکایت نوشیروان کند

ای خسروی که روز نبرد از نهیب تو
کوه از فزع بلرزد و دریا فغان کند

آه از دمی که گرز و کمان تو با عدو
این چین در ابروان زند آن سر گران کند

کیوان که کوتوال سپهر است هر شبی
بر درگه تو بندگی پاسبان کند

شهرت به سعد اکبر از آن یافت مشتری
کو روز و شب دعای تو ورد زبان کند

بهرام از برای سپاه تو دائما
ترکیب تیغ و جوشن و برگستوان کند

خورشید نوربخش و جهانگیر شد از آن
هر بامداد سجده برین آستان کند

شیفته را دلپذیر دلشده را ناگزیر
سوخته را دستگیر ، غمزده را غمگسار

هاضمه را سودمند ، فاکره را نقشبند
باصره را نوربخش ، سامعه را گوشوار

موسم آن در رسید باز که در باغ و راغ
لاله بروید ز خاک گل بدر آید ز خار

باد صبا می‌کشد رخت ریاحین به باغ
دست هوا می‌کند مشک تتاری نثار *

لالهٔ خوش جلوه را عنبر تر درمیان
غنچهٔ خوش‌خنده را خرمن گل درکنار

ماشطهٔ نوبهار باز چه خوش در گرفت
پای چمن در حنا دست سمن در نگار

نرگس مخمور را رعشه بر اعضا فتد
بس که به وقت سحر آب خورد در خمار

وه که چه زیبا بود بر لب آب روان
عکس گل و ارغوان سایهٔ بید و چنار

ظالم نفس خود است هر که بدین روزگار
انده پنهان خورد می نخورد آشکار

حاصل عمرے نیافت ممسک دنیا پرست
لذتی عیشے ندید زاهد پرهیزگار

یارب اگر می‌دهی ناز و نعیمی به ما
عمر به آخر رسید تاکی ازین انتظار

در پی امید بود چند توان داشتن
بر سر راه امید دیدهٔ امیدوار

فرصت عیشی بده تا بستانیم داد
از رخ رنگین گل وز لب شیرین یار

بزم صبحی خوش است خاصه در ایام گل
عیش، جوانی خوش است خاصه درین روزگار

کز اثر عدل شاه بار دگر شد پدید
حال زمان را نظام کار جهان را قرار

خسرو فیروز بخت شاه اویس آنکه هست
مظهر لطف خدا سایهٔ پروردگار

چاکر درگاه او ماه سپهرآشیان
بندهٔ فرمان او خسرو نیلی حصار

همچو روان ناگزیر همچو خرد کامبخش
همچو قضا کامران همچو قدر کامگار

عالمیان را بدو تا به قیامت امید
آدمیان را بدو تا به ابد افتخار

از هنرش گاه رزم وز کرمش روز بزم
رستم دستان خجل حاتم طی شرمسار

تاج دل‌افروز او داده ز کسری نشان
تخت همایون او مانده ز جم یادگار

روز نبرد آن زمان کز سم اسپان شود
پشت زمین پر ملال روی فلک پر غبار

از فزع رعد کوس کوه شود پر غریو
وز اثر برق تیغ دشت شود پر شرار

پشت دلیران شود چون قد چوگان به خم
کلّهٔ گردان شود گوی صفت خاکسار

حملهٔ شیرافگنان کوه در آرد ز جای
وز مدد جوی خون جوش بر آرد بحار

در صف جنگ آن زمان افگند از گرد راه
تیغ جهانگیر شاه زلزله بر کوهسار

سجده برد پیش او چون بکشد تیغ کین
رستم گردون‌کشای قارن خنجرگذار

از سر پیکان او مهر شود مضطرب
وز دم شمشیر او چرخ کند زینهار

یارب تا ممکن است دور زمان را بقا
جرم زمین را سکون دور فلک را مدار

باد ز اقبال او پایهٔ دانش بلند
باد ز پشتی او روی زمین استوار

نعمت او بی زوال مملکتش بر مزید
معدلتش بر دوام سلطنتش پایدار

ترجیع بند در مدح سلطان اویس ابن حسن جلائر ایلخانی والی بغداد :
سنه ۷۵۷ ه تا سنه ۷۷۶ ه

ساقی بیار باده و پرکن به یاد عید
در ده که هر به باده توان داد داد عید

بنمود عید چهره و از در رسید یار
خرم وصال دلبر و خوش بامداد عید

تشریف داد باز و اساس طرب نهاد
ای صد هزار رحمت حق بر نهاد عید

در بزم پادشاه جهان باده نوش کن
وانگه به گوش جان بشنو نوشباد عید

عید آمد و مراد جهانی به باده داد
بادا جهان همیشه به کام و مراد عهد

عید خجسته روی به نظارگان نمود
جام هلال باز به میخوارگان نمود

آن بہ کہ روز عید بہ مے التجا کنیم
عیش گذشتہ را بہ صبوحی دوا کنیم

با پیر میفروش بر آریم خلوتے
یکچند خانقاہ بہ شیخاں رہا کنیم

از صوت نائے و نے بستانیم داد عمر
وز چنگ و عود کام دل خود روا کنیم

ہر خستگی کہ از رمضان در وجود ماست
آن را بہ جام بادۂ صافی دوا کنیم

چون وقت ما خوش است بہ مال پادشاہ *
بر پادشاہ مشرق و مغرب دعا کنیم

سلطان اویس شاہ جہاندار کامگار
خورشید عدل گستر جمشید اقتدار

فرماندھے کہ خسرو گردون غلام اوست
در برّ و بحر خطبۂ شاہی بہ نام اوست

احوال خلق عالم و ارزاق مرد و زن
قائم بہ عدل شامل و انعام عام اوست

روے زمین ز شعلۂ خورشید حادثات
در سایۂ حمایت ملک حسام اوست

جرم ہلال عید کہ منظور عالم است
نعل سمند سرکش خرّم خرام اوست

گیتی نہاد گردن طاعت بہ امر او
دور فلک مسخّر و اجرام رام اوست

اے چرخ پیر تابع بخت جوان تو
آسودہ اند خلق جہان در زمان تو

---

* " بہ اقبال پادشاہ ،، مناسب می‌نماید ۔

زان پیشتر که کون و مکان آفریده اند
وین طاق زرنگار فلک بر کشیده اند

بنیاد این بسیط مقرنس نهاده اند
و اندرمیان بساط زمین گسترده اند

خاص از برای نصرت دین و نظام ملک
ذات ترا ز جمله جهان بر گزیده اند

شاهی به عدل و داد و به آیین و رای تو
هرگز کسی ندیده نه هرگز شنیده اند

بادا مدام دولت و جاه تو بر مزید
کز دولت تو خلق جهان آرمیده اند

آرامگاه فتح و ظفر آستان تست
فهرست روزنامهٔ دولت زمان تست

ای آسمان جنیبه‌کش کبریای تو
خورشید پارهٔ در دولت‌سرای تو

پیش از وجود انجم و ارکان نهاده بود
...... * گنج سعادت برای تو

معمار ملک و ملّت و مفتاح دولت است
فکر دقیق و خاطر مشکل‌کشای تو

افتد بر آستان تو هر روز آفتاب
تا بو که بامداد ببیند لقای تو

ختم سخن به شعر کسان می‌کنم ازانک
فرض است بر عموم خلائق دعای تو

" تا دولت است دولت تو بر دوام باد
چندانکه کام تست جهانت به کام باد "

---

* " پروردگار " مناسب می‌نماید .

قصیده در مدح سلطان اویس ابن حسن
جلائر ایلخانی والی بغداد
سنه ۷۵۷ هجری تا سنه ۷۷۴ هجری

دولت قرین دولت صاحبقران ماست
دنیا به کام پادشه کامران ماست

سلطان اویس آن که صفات جلال او
بیرون ز حدّ وهم و خیال و گمان ماست

اے آن شہی که گر تو بگوئی روا بود
" کآفاق زنده کردهٔ فیض بیان ماست

" بنیاد عدل محکم و بازوے دین قویٰ
از راے روشن و خرد خردهدان ماست

" ارکان ظلم و قاعدهٔ جور منهدم
از سہم تیر و خنجر گیتی‌ستان ماست

" روے زمین که غرقهٔ طوفان فتنه بود
امروز در حمایت گرز و سنان ماست

" پشت و پناه خلق جهانے به امر حق
احسان شامل و کرم بیکران ماست

" مفتاح ملک و ضامن ارزاق مردمان
شمشیر تیز و خامهٔ گوهر فشان ماست

" آنجا که از امور سیاسی سخن رود
نوک زبان تیغ و قلم ترجمان ماست

" پیر و جوان متابع فرمان ما شده
تا راے پیر تابع بخت جوان ماست

" خورشید پادشاه فلک شد ازانکه او
هر بامداد معتکف آستان ماست

" اقبال پنج نوبت شادی .... *
اکنون که هفت کشور عالم ازان ماست

" از هر طرف که رایت ما جلوه می‌کند
تائید همرکاب و ظفر همعنان ماست

" از فرش خاک بر گذری تا به اوج عرش
آوازۀ بزرگی و نام و نشان ماست

" دولت ملازمی است که با ما بزرگ شد
اقبال بنده ایست که از خاندان ماست

" هر آرزو که خواسته ایم از خدای خویش
توفیق عهد کرده که او در ضمان ماست

" هنگام کین ز حملۀ دشمن‌کشان ما
مرد افگنی که پشت نماید کمان ماست

" هرکس که هست در همه آفاق چون عبید
آسوده در حمایت حفظ و امان ماست "

ایزد دعای ما به کرم مستجاب کرد
ز ایزد دعای جان تو ورد زبان ماست

قصیده در مدح سلطان جلال‌الدین (شاه شجاع
ابن سلطان مبارزالدین والی شیراز :
سنه ۷۶۰ هجری تا سنه ۷۸۶ هجری :
سنه ۱۳۵۹ ع تا سنه ۱۳۸۴ ع)

آمد نسیم و نکهت گل در جهان فگند
بلبل ز شوق غلغله در بوستان فگند

هم باد نوبهار ز دل غنچه بر کشاد
هم بید کشت سایه بر آب روان فگند

* " هی زند "، مناسب می‌نماید

شوق فروغ طلعت گل باز آتشی
در جان زار بلبل فریادخوان فگند

صوفی صفت شگوفه بر آورد عندلیب
رقصی بکرد و خرقه سوی باغبان فگند

رنگ عذار ساقی و تاب شعاع می
این عکس بین که بر گل و بر ارغوان فگند

حیران بماند سوسن آزاده دهزبان
تا خود که بند خامشیش در زبان فگند

تا سرو سرفراز تموّل نمود باز
سرهای سرو در قدمش می‌توان فگند

باد بهار و مقدم نوروز و بوی گل
... ... * در دل پیر و جوان فگند

چون غنچه لب به مدح شهنشاه برکشاد
ابرش هزار دانهٔ دُر در دهان فگند

بهر نثار دامن زر بر گرفت گل
خود را ببزم پادشه کامران فگند

سلطان جلال دین که شباتش به گاه جود
تب‌لرزه بر طبیعت دریا و کان فگند

آن شاه شیرحمله که امرش کمند حلم
در گردن سپهر زمین و زمان فگند

بر تخت شاه تا کمر سلطنت ببست
دولت کلاه شادی ابر آسمان فگند

تدبیر خود به دست سعادت حواله کرد
ترتیب ملک با خرد خرده‌دان فگند

---

* " شوق شراب ،، مناسب می نماید ـ

ذرّات خاک بر مه و خورشید فخر کرد
تا چتر شاه سایه بدین خاکدان فگند

امروز نام حاتم طے در زبان خلق
صیت نوال خسرو صاحبقران فگند

شاها به یمن مدحت تو شاهوار شد
هر دُر که بحر خاطر من بر کران فگند

هرکو نه خاک پاے تو شد دست نکبتش
در ورطهٔ مذلّت و عجز و هوان فگند

شرح جلال قدر تو می‌داد ناطقه
افلاک را ...... * تو در گمان فگند

از جور روزگار ننالد دگر عبید
او را چو بخت نیک برین آستان فگند

در موجخیز لجّهٔ غم غرقه گشته بود
لطف تو اش به ساحل امن امان فگند

جاوید باد مدّت عمرت که روزگار
طرح اساس دولت تو جاودان فگند

قصیده در مدح سلطان جلال‌الدین (شاه شجاع ابن سلطان مبارزالدین مظفری والی شیراز : سنه ۷۶۰ هجری تا سنه ۷۸۶ هجری : سنه ۱۳۵۹ع تا سنه ۱۳۸۴ع)

نسیم باد صبا عزم بوستان دارد
دمید و مانند دمش کیمیاے جان دارد

رسید مژده که سلطان گل به ساعت سعد
عزیمت چمن و راه گلستان دارد

* " بلندی " یا " تلیوق " مناسب می‌نماید -

به ناز تکیه زده بر کنار آب روان
ز بید مروحه وز سرو سایبان دارد

سمن فسانهٔ رخسار حور می‌گوید
چمن طراوت نزهتگه جنان دارد

نمی‌رود همه شب چشم نرگس اندر خواب
ز بس که بلبل شوریده‌دل فغان دارد

هنوز لالهٔ نورسته ناشگفته تمام
چه موجب است که با سبزه سر گران دارد

فروغ روے بتم در قدح بدان ماند
که آب آید و در روے ارغوان دارد

ز عکس چهرهٔ او لاله را به خون جگر
حکایتے است که با غنچه درمیان دارد

به سرو نسبت آزادی و سرافرازی
ازان کنند که آیین راستان دارد

زبان درازی ازان در چمن کند سوسن
که حرز مدح شهنشاه بر زبان دارد

سحاب جود مگر از عطاے شاه آموخت
که طبع فائض و دست گهر فشان دارد

جلال دنیا و دین خسروے که روز نبرد
ظفر ملازم و اقبال همعنان دارد

شهے که کسوت جاه و جلال دولت او
طراز سرمد و توقیع جاودان دارد

بلندمرتبه دریادلے که پایهٔ قدر
بسے رفیع‌تر از فرق فرقدان دارد

به پیش بخشش او یک زمان وفا نکند
هرآن متاع که گنجور بحر و کان دارد

جهان پناها خورشید پادشاهی چرخ
ز خاکبوسی این فرخ آستان دارد

همای دولت ازان روز شد همایون فال
که زیر سایهٔ چتر تو آشیان دارد

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو بن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز :

سنه ۷۳۷ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری :

سنه ۱۳۳۷ ع تا سنه ۱۳۵۳ ع

هزار دستان در وصف روی لاله و گل
هزار شعبهٔ دستان به داستان آورد

غلام دولت آنم که بر کنار چمن
نشست و با بت خود دست درمیان آورد

سپیده دم که صبا بهر شاهدان بهار
به عرصهٔ چمن از ابر سایبان آورد

چه ... * که بر طرهٔ بنفشه فشاند
چه آب لطف که با روی ارغوان آورد

ز شوق بلبل شوریدهٔ به گل می‌گفت
بیا بیا که فراقت مرا به جان آورد

پیام داد به باد سحر شکوفه که خیز
بیا که بی تو نفس بر نمی‌توان آورد

گل آن زمان به چمن خسرو ریاحین شد
که راه مجلس سلطان کامران آورد

خطاب سوسن ازان روز می‌کند آزاد
که راه بندگی شاه بر زبان آورد

---

* " مشتهایم ،، مناسب می نماید -

Z. F-6.

جهان دنیا و دین آن که رای انور او
شکست در مه و خورشید آسمان آورد

زمانه باز به پیرانه سر جوان زان شد
که التجا به چنین دولت جوان آورد

در سعادت و اقبال شد به رویش باز
هر آن که روی بدین دولت آشیان آورد

گرفت جمله جهان آفتاب ازان که پناه
به زیر سایهٔ چتر خدایگان آورد

جهان‌پناها عدل تو خلق عالم را
ز جور حادثه پروانهٔ امان آورد

خجسته کلک گهربار عنبرافشانت
به سائلان خبر گنج شایگان آورد

کف تو دامن آز و نیاز پر دُر کرد
چو بخشش تو امل را به میهمان آورد

تو عین معجز دولت نگر که یک سر موی
خلاف ... ... که در گمان آورد †

عدوّ تو ز فلک تاج و تخت می‌طلبد
... ...مان آورد †

هر آن که سرکشیی با تو کرد گردونش
ز درگه تو به ناگه به سر دوان آورد

جهان ز مردی و از مردمی تهی شده بود
علوّ همّت آن رسم در جهان آورد

به کام خویش بمان جاودان که بخت ترا
زمانه مژدهٔ اقبال جاودان آورد

† بقیهٔ الفاظ این هردو مصراع را کرم پاک خورده است.

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو بن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز :

سنه ۷۳۷ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری

خوش آن نسیم که بویی ز زلف یار آرد
به عاشقی خبر یار غمگسار آرد

به سوی بلبل بیدل برد بشارت گل
به باغ مژدهٔ ایام نوبهار آرد

خوشا کسی که کلامی بدان دیار برد
وزان دیار پیامی بدین دیار آرد

اگر نه پیک نسیم بهار رنجه شود
عنایتی به سر عاشقان زار آرد

که حال من به سر کوی یار عرضه کند
که یادش از من مهجور دلفگار آرد

به اختیار نکردم جدائی از بر یار
بلا که بر (سر) خاطر به اختیار آرد

غریب شهر کسانم که در شمار آیم
غریب بی سر و پا را که در شمار آرد

عبید را به ازان نیست در چنین سختی
که روی عجز به درگاه کردگار آرد

مگر که بخت بلندش ز خواب بر خیزد
تهوّری بکند عزّتی به کار آرد

که آن غریب پریشان خسته کشتی عمر
ز موج لجّه اندوه تا کنار آرد

دعا به پیش تو آرم که هر زمان کسے تحفه
به قدر طاقت و امکان اقتدار آرد

تو پایدار بمان تا ابد که بخت ترا
زمانه مژدهٔ اقبال پایدار آرد

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز :
سنه ۷۳۷ع تا سنه ۷۵۴ع

بنوش باده که فصل بهار می‌آید
نوید خرّمی از روزگار می‌آید

ز ابر قطرهٔ آب حیات می‌بارد
ز باد نفحهٔ مشک تتار می‌آید

میان باغ به صد لب شگوفه می‌خندد
که سبزه می‌دمد و گل به بار می‌آید

برای رونق بزم معاشران لاله
گرفته جام مے خوش‌گوار می‌آید

دماغ شیفتگاں را به جوش می‌آرد
خروش مرغ که از مرغزار می‌آید

ترانه * پیرهن از شوق می‌کند پاره
به گوش غنچه چو بانگ هزار می‌آید

به باغ گربه بر اطراف شاخ پنداری
کشاده پنجه ز بهر شکار می‌آید

به هر کجا که رود مرده زنده گرداند
نسیم کز طرف جویبار می‌آید

---

* " ترانه " : جوان خوش صورت و شاهد تر و تازه .

ز گفتهای کسان عرض می‌کنم بیتی
که عرض کردنش اینجا به کار می‌آید

ز عمر بر خور و دل را نوید شادی ده
که بوی دولت ازین کار و بار می‌آید

هزار سال بمان کامران که دولت تو
بدانچه رای کند کامگار می‌آید

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز : سنه ۷۴۳ هجری تا سنه ۷۵۴

به یمن معدلت پادشاه بنده نواز
بهشت روی زمین است خطّهٔ شیراز

فلک مهابت خورشید را .... *
ستاره جیش مخالف کش و موافق ساز

جهان‌کشای جوان‌بخت شیخ ابواسحق
زهی ز جملهٔ شاهان و خسروان ممتاز

مسیر تیر تو با سرعت قضا همراه
صریر کلک تو با حکمت قدر همراز

سماک حکم ترا چاکریست نیزه‌گذار
شهاب امر ترا بنده ایست تیرانداز

درین حدیقهٔ زنگار نسرطائر چرخ
به بوی ریزهٔ خوان تو می‌کند پرواز

فراز تخت چو تو شاه کامگار ندید
سپهر اگرچه بسی گشت بر نشیب و فراز

---

* بقیهٔ الفاظ مصراع را کرم پاک خورده است.

به عهد عدل تو جز نی نمی‌کند ناله
ز دست حادثه جز دف نمی کند آواز

خدایگانا از جنس بندگان چو خدای
تو بی نیازی و ما را به حضرت تو نیاز

کسی که روی بدین دولت آستان دارد
در سعادت و دولت شود به رویش باز

جهان پناها بیچارهٔ بدین کشور
صدای صیت شما می‌کشد به راه دراز

مرا به حضرت اعلیٰ همین وسیله بس است
که من غریبم و شاه جهان غریب نواز

به صدق ناطقه از جان و دل زند آمین
چو بنده ورد دعای شما کند آغاز

همیشه تا که نباشد سپهر را آرام
مدام تا که نباشد خدای را انباز

در تو قبلهٔ حاجات اهل عالم باد
چنانکه کعبهٔ اسلام قبله گاه نماز

قصیده در مدح سلطان جمال الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو ابن امیر محمود شاه والی شیراز :

سنه ۷۳۷ھ تا سنه ۷۵۴ھ م ۱۳۳۷ع تا ۱۳۵۳ع

جهان خوش است و چمن خرّم است و بلبل شاد
بیار بادهٔ گلرنگ هرچه بادا باد

به شش جهت چو ازین هفت چرخ بوقلمون
از انچه هست مقدّر نه کم رسد نه زیاد

به پای دن* نفسی وقت خویشتن خوشدار
چو دارون چه دهی عمر نازنین بر باد

* دن = خم بزرگ ۰

بگیر دست بتے وز زمانه دست بدار
غلام سرو قدے باش وز جهان آزاد

زمین که بود ز تاثیر ز....* جمله خراب
ز یمن مقدم تو روز می‌شود آباد

به شاهدان چمن صد هزار لخلخه حور
به دست نسیم بهار † بفرستاد

چو دلنشیند ریاحین قبای غنچه ببست
صبا به لطف سر نافه(های) چمن بگشاد

میان سبزه و گل رقص می‌کند لاله
به پیش آب روان جلوه می‌کند شمشاد

درر فشانی ابر فرق سبزها کارے است
که باز لطف نسیم بهار را افتاد

ز رنگ و بوے چمن جنتے است پنداری
که هست درگه اعلاے شاه شاهنژاد

جهان‌کشاے جوان‌بخت شیخ ابو اسحق
که چرخ پیر جوانے چو او ندارد یاد

کمینه بندۀ او صد چو رستم دستان
کهینه چاکر او صد چو کیقباد و قباد

مهابتے است سر تیغ آبدارش را
که از صلابت او آب می‌شود پولاد

خدایگانا تا روز حشر لطف خدا
زمام دولت و نصرت به دست حکم تو داد

چو شمع هرکه کند سرکشی درین حضرت
عجب مدار گرش آتش اوفتد به نهاد

---

† ««تاثیر روز»» مناسب می‌نماید.

* ««به دست لطف نسیم بهار»» مناسب می‌نماید.

سمند برق مسیر تو با قضا همرنگ
سنان صاعقه‌بار تو با قدر همزاد

همیشه شیر فلک آرزوے آن دارد
که با سگان درت دوستی کند بنیاد

به روز معرکه صد خصم را بهر بر دوخت
هر آن خدنگ که از بازو تو یافت کشاد

مراد خلق ز جود تو می‌شود حاصل
ز روے لطف مرا دولتے خدا بدهاد

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز :
سنه ۷۳۷ع تا سنه ۷۵۴ه

خداے تا خم این برکشیده ایوان کرد
درو نشیمن ناهید و تیر و کیوان کرد

به دست قدرت و چوگان حکم گوے سپهر
میان عرصهٔ میدان صنع گردان کرد

نشاند شعلهٔ خورشید در خزانهٔ شب
چراغ ماه ز قندیل مهر تابان کرد

به درگهٔ جهت انداخت مهرهٔ ایام
محلّ ناهیه در چار طاق ارکان کرد

ارادتش به عطا جسم را روان بخشید
مشیّتش به کرم خاک را سخندان کرد

ز بهر کوکبهٔ حادثات تقدیرش
هزار شعبده در کائنات پنهان کرد

ز بامداد ازل تا بپا بپواض امد †
زمام ملک به فرمان شاه ایران کرد

جهان کشای جوان‌بخت شیخ ابواسحق
که آسمان لقبش پادشاه و سلطان کرد

قضاشکوه ، قدرقدرتی که فرمانش
به هرچه رفت قضا امتثال فرمان کرد

خجسته قبّهٔ جودش به زیر سایهٔ جود
حمایت مه تابان و مهر رخشان کرد

به هیچ دور چنین تاج بخش چشم فلک
ندید اگرچه بسی گرد خاک دوران کرد

حریم دائرهٔ امن شد چو صید حرم
هر آن که عزم در خسرو جهان‌بان کرد

کفش چو کار جهان را حواله از بد و نیک
به تیغ تیزرو و کلک عنبرافشان کرد

هر آن قضیّه که مشکل نمود سهل آمد
هر آن حدیث که دشوار بود آسان کرد

حدیث خسرو پرویز و خصم آن مثل است
که دیو را هوس منصب سلیمان کرد

ز عدل شاه سر خود چو مار کوفته یافت
کسی که خانهٔ موری به ظلم ویران کرد

تو عین معجز دولت نگر که با سلطان
هرآن که دعوی عصیان و قصد کفران کرد

هنوز پای نیاورده در رکاب غرور
عنان‌زنان به جهنم رکاب رنجان کرد

---

† " تا به بامداد ابد " مناسب می نماید ـ

جهان‌پناها اقبال تا به روز شمار
چو بندگان تو با حضرت تو پیمان کرد

ازاں زمان که کمان تو کرد پشتی عدل
ستم چو یاوگیان روے در بیابان کرد

چو قهر و لطف تو در کائنات کرد اثر
دران زمان که جهاں را خداے بنیان کرد

قضا ز شعلهٔ آں آتش جهنم ساخت
قدر ز قطرهٔ این عین آب حیوان کرد

به عهد عدل تو در (شیخ و شاب) نامد هیچ
که همچو زلف بتان خاطرے پریشان کرد

بلند نام تو درجا که رفت تحسین یافت
کریم ذات تو با هرکه هست احسان کرد

جهاں به کام تو و دوستان جاه تو باد
که دشمنان ترا نیز چرخ قربان کرد

بقاے عمر تو چنداں که تا به روز شمار
حساب صد یک آں را شمار نتواں کرد

قصیده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابو‌اسحق اینجو ابن امیر محمود شاه والی شیراز : سنه ۷۳۶ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری : سنه ۱۳۳۶ع تا سنه ۱۳۵۳ع متضمن توصیف قصر شاهی که عمارتش در سنه ۷۵۰ هجری به اتمام رسید

نفحات نسیم عنبر بار
می‌کند باز جلوه در گلزار

باز یاد (تو) می‌دهد دل را
شادی یار و عشرت پیرار

دست (موسیست) ار طلیعهٔ صبح
دم عیسیست ار نسیم بهار

باغ صحیفهٔ نسخهٔ ناسخ
عطار کلبهٔ منسوخ کلبه

شبنم قطرهٔ زیر گل روے
دلدار عارض کرده عرق چون

سنبل طرّهٔ مفتون سبزه
گلنار شیوهٔ مجنون سرو

نیلوفر گشته جوے در غرقه
کنار جسته مشک بید میان زان

جعد طرّهٔ بنفشه زد گره تا
تتار نافهاے بگشاد غنچه

سحر باد عطر ز سوسن و سرو
هشیار نه و مست نه متمائل

شد صافی باده و بشگفت لاله
بیار باده جام و خیز ساقیا

دریاب خرّمی به را گل فصل
دار خوش دل و نهان را خود وقت

مل و گل دامن به زن در دست
وار سنائی دمی هر می‌سرا

دوست دامن و ما دست ازین بعد
یار حلقهٔ و ما گوش ازین پس

تذرو کشاده بر نعره سمن بر
هزار کشیده بر ناله چمن در

درّاج و طوطی آواز ز شد
سار و چکاوک نالهٔ از گشت

موسیقی پردهاے (پر) باغ
موسیقار لحنهاے پر راغ

بلبل از شاخ گل به صد دستان
مدح سلطان همی‌کند تکرار

جم ثانی جمال دنیا و دین
ناصر شرع احمد مختار

پادشاه جهان ابو اسحق
آن جهان را پناه و استظهار

خسرو تاج بخش تخت نشین
شاه دریانوال کوه وقار

آفتابیست آسمان رفعت
آسمانیست آفتاب شعار

قهر او را سپهر در سایه
سخنش را ستاره در زنهار

غرض از مبدعات کون و مکان
زبدهٔ حاصلات هفت و چهار

قبهٔ بارگاه ایوانش
برتر از هفت کوکب سیار

بزم را همچو حاتم طائی
رزم را همچو حیدر کرّار

پرتو رای اوست آن که ازوست
گرم گشت آفتاب را بازار

زو یکی رای و صد هزار سپاه
زو یکی مرد و صد هزار سوار

جرم خور تیره، رای او روشن
عقل کل خفته بخت او بیدار

تیغ او چیست برق حادثه زای
رمح او چیست ابر صاعقه بار

بیرقش شیر اژدها پیکر
رایتش اژدهای شیر شکار

سال از نون و ذال از هجرت *
رای خسرو بران گرفت قرار

از پی روز بار و بزم طرب
این عمارت بنا کند معمار

وهم چون طرح او پدید آورد
گفت از عجز کای اولوالالباب

این چه رسمی است بیکران وسعت
این چه نقشی است آسمان هنجار

عقل کل یا مهندس فلک است
بر زمین گشته با چنین پرکار

گر کسی شرح آن بنا گفتی
عقل باور نکردی این گفتار

لیک چون دیده دید و حس دریافت
عقل حس را کجا کند انکار

مرحبا ای به طرح خلد برین
حبذا ای به وضعِ دارِ قرار

صحن تو جان فزا چو صحن بهشت
شکل تو دلربا چو طلعت یار

روح را شاید این ثبات بنا
شوح را زیبد این سراب بهار

شمسهای تو آفتاب شعاع
سقفهای تو آسمان کردار

* یعنی سنهٔ هفت صد و پنجاه از هجرت.

طاق اعلات تا ابد ایمن
از زلازل چو گنبد دوّار

نقش دیوارهات را دائم
نصرت و فتح بر یمین و یسار

آسمان بر در تو چون حلقه
اختران تختهاش را مسمار

.. ید * از زان که آستاده کند
شرمساری برد پرستو وار

می‌کند زین عمارت عالی
همّت شاه شمّهٔ اظهار

ای که آثار خسروان زمین
در اقالیم اندھ بسیار

انّ آثاره تدلّ علیه
فانظروا فانظروا الی الآثار

تا غم عشق دلبران باشد
طرب عاشقان خوش رفتار

اهل دل تا کنند پیوسته
طلب نیکوان شیرین‌کار

اندرین بارگاه با تعظیم
اندرین تختگاه با مقدار

سال و مه کامران و شاهی کن
روز و شب عیش ساز و باده گسار

دور حکمت فزون ز حصر و قیاس
سال عمرت برون ز حدّ شمار

* «ید» مناسب می‌نماید ، گمان می‌شود که بیتی از ماقبل مذکور شده است .

ترکیب بیند در مدح سلطان جمال الدین امر شیخ ابواسحق اینجو ابن امیر محمود شاه والی شیراز : سنه ۷۳۷ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری : ۱۳۳۷ع تا ۱۳۵۳ع

از شگوفه شاهدان باغ معجر بسته اند
نوعروسان چمن از لاله زیور بسته اند

نخلبندان طبیعت گوئیا بر شاخ گل
نقشهای تازه بر یاقوت احمر بسته اند

تا قبای غنچهٔ گل در چمن بگشاده اند
می پرستان باز دل در جام و ساغر بسته اند

بس که در بستان ریاحین سایبان گسترده اند
در چمنها راه بر خورشید خاور بسته اند

لاف ضحّاکی زند گل لاجرم از عدل شاه
بر سر بازارهایش دستها بر بسته اند

طائران گلشن قدس از برای افتخار
حرز مدح شه بر اطراف شهپر بسته اند

گل مگر بر تخت بستان بر سر افسر یافته
آب حیوان خورده و ملک سکندر یافته

باز در بستان صنوبر سرفرازی می‌کند
بلبل شوریده را گل دلنوازی می‌کند

لالهٔ سیراب دارد جام لیکن هر زمان
همچو مستان چشم نرگس ترکتازی می‌کند

ابر سقّارنگ بستان چمن را بین که باز
رختها چون صوفیان هردم نمازی می‌کند

می‌چمد باد صبا هر صبحدم در بوستان
با عروسان ریاحین دستبازی می‌کند

سرو اگر با قدّ یارم لاف یاری می‌زند
نیست عیبی این حماقت از درازی می‌کند

نقشبند باغ انواع ریاحین هر زمان
از برای بزم سلطانی کارسازی می‌کند

شیخ ابواسحق شاه تاج بخش کامگار
آفتاب هفت کشور سایهٔ پروردگار

ای جهان را وارث ملک سلیمان آمده
آسمانت چون زمین در تحت فرمان آمده

هرچه مقدورات قدرت هم برای قدر شده
هرچه دشوار قضا پیش تو آسان آمده

در ز دریا بر در جود تو زنهاری شده
گوهر از کان پیش دستت داد خواهان آمده

هرکه خالی از حلاوت بر دلش ره یافته
خاطرش چون طرهٔ خوبان پریشان آمده

هر خدنگی کز کمین‌گاه قضا بگشاده چرخ
دشمن جان ترا بر جوهر جان آمده

حاسدت را در تب اندوه و سرسام بلا
جان‌سپاری حاصل اوقات بحران آمده

مثل تو در هیچ قرنی پادشاهی بر نخاست
ملک و ملّت را چو تو پشت و پناهی بر نخاست

ای سریر سلطنت را تیغ و کلکت قهرمان
ای همای همّتت را اوج کیوان آشیان

هم جناب عالیت اقبال را دارالسّلام
هم حریم بارگاهت ملک را دارالامان

روز و شب بهر نثار افشان بزمت پرورد
کان گواهر در ضمیر دل، صدف دُر در دهان

از نهیب قهرت اندر قعر دریای محیط
دائما ماهی زره پوشد کَشَف* برگستوان

برق تیغت عکس اگر بر چرخ چارم افگند
زهرهٔ خورشید تابان آب گردد در زمان

خوانده ام بیتی که این با عرض کردن لائق است
از زبان انوری آن در سخن صاحبقران

ای ز یزدان تا ابد ملک سلیمان یافته
هرچه جسته جز نظیر از فضل یزدان یافته

تا بود دور فلک پیوسته دوران تو باد
گوی گردون در خم چوگان فرمان تو باد

در شبستان جلالت چون که افروزید شمع
جرم خور پروانهٔ شمع شبستان تو باد

کهنه پیر چرخ آن کش مایه جز یک خوشه نیست
خوشه‌چین خرّمی ز انعام و احسان تو باد

در ازل با حضرتت اقبال پیمان بسته است
تا قیامت همچنان در عهد و پیمان تو باد

هر بلای ناگهان کز آسمان نازل شود
بر زمین یکسر نصیب خصم نادان تو باد

روح قدسی آن که خوانندش خلائق جبرئیل
همچو من دائم دعا گوی و ثناخوان تو باد

امر و نیّت را فلک محکوم فرمان باد و هست
خان و مان دشمنت پیوسته ویران باد و هست

---

* کشف = جانور آبی از نوع سنگ پشت.

قصیده در مدح سلطان جمال الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو ابن امیر محمود شاه والی شیراز :

سنه ٧٣٧ هجری تا سنه ٧٥٤ هجری

چو دست قدرت خرّاط حقّهٔ مینا
فشاند بر رخ کافور عنبر سارا

مشعبد فلک از زیر حقّه پیدا کرد
هزار بیدق سیمین به دست سحرنما

ز بهر زینت و زیب مخدّرات فلک
زمانه ذائقشا شد سپهر غالیه سا

برای فکرت و اندیشه در منازل قدس
قدم فشردم و در پیش عقل بیش بها

فضای هر فلکی ملک خسروی دیدم
درون هر طبقی جای والی والا

مقیم طارم هفتم معمّری دیدم
رفیع قدر قوی هیکل و بلند عطا

ازو گرفته جهان رسم خرقه و زنّار
وزو گرفته چمن ساز و برگ و نشو و نما

فراز طاق ششم حاکم مبارک روی
نه چون قضاة زمان ، قاضیی به صدق و صفا

خجسته طلعت و فیروز بخت و فرّخ فال
سعیدطالع و مسعودرای و خوب لقا

امیر خطّهٔ پنجم دلاوری دیدم
خضاب کرده به خون دست و سر پر از غوغا

حسام قاطع او هادم اساس امل
سنان سرکش او هالک وجود بقا

سریرگاه چهارم که جای ماه و شب است
فزون ز قیصر و فغفور و هرمز و دارا

† تهی ز والی و خالی ز پادشه دیدم
ولیک لشکرش از پیش تخت او دریا

فرود ادهمی با صد هزار دلال
چو دلبران دلاویز و نعبتان خطا

گهی به زخمهٔ سحرآفرین زدی ره چنگ
گهی گرفتی به هر دست ساغر صهبا

خدیو عرصهٔ دیوان و پیشگاه درم
مرا همی سره دیدم غنی به فضل و ذکا

...... * کفایت و باریک فکر و دور اندیش
لطیف خاطر و شیرین زبان و نکته سرا

هلال عید ز چرخ یکم درفشان شد
ز ظرف کاهکشان بر مثال کاهربا

شه سریر چهارم که شاه انجمن است
نوشته بر رخ منشور دولتش طغرا

کلاه شاهیش بنهاده فرقدان بر فرق
کشیده در بر خود ترامان ز مشک و حنا

مسبّحان فلک در سجودگاه افول
زبان کشوده به تسبیح ربّنا لاعلا

زمان به صبح شتابان و من به شوقت هلال
فلک به دور در افتاد و من به یوم نورا

که چیست حاصل این روشنان بی حاصل
که چیست مقصد این قاصدان راه نما

---

† گمان می شود که بیتی چند ازین بهت از میان رفته است ـ

* در نسخه این کلمهٔ مصراع را کرم خورده است شاید «زحر د» بوده باشد ـ

درین تفکّر و اندیشه مانده تا دم صبح
به سیم خام ببندود چرخ رو دیما

خلاص یافت ز زندان شام بیرق صبح
به زور رستم تقدیر و زخم دست قضا

درین مضیق تفکّر ز هاتف قدسی
به گوش جان من آمد یکی خجسته ندا

که این ضمیر تو از حاصلات مستغنی
ندانی این قدر و خود شعر را دانا ؟

حصول گردش چرخ بلند و مهر نجوم
غرض ز مبدء ارکان و فطرت اشیا

وجود قدسی این پادشاه با کرم است
پناه دین محمّد امین ملک خدا

جمال دولت دنیا و دین ابواسحق
خدایگان منوچهر و چهرهٔ دارا

قضاشکوه و قدرقدرت و زمانه‌توان
فلک‌مهابت و گردون سریر و مهرسخا

صریر خامهٔ او مشرف خزانهٔ غیب
ضمیر روشن او کاشف رموز سما

دهان غنچهٔ دولت به طلعتش خندان
زبان سوسن نصرت به مدحتش گویا

جهان‌پناها گر امر نافذت خواهد
به یک اشارت عالی که هست عقده کشا

دماغ دهر ز سودای شب کند خالی
خلاص بخشد خورشید را ز استسقا

۱ در نسخهٔ همین طور نوشته شده است.

همیشه تا که ز تاثیر هفت و چار بود
حصول پنج حواس و شروع هفت اعضا

ازین سه پنج ترا کام و نام حاصل باد
به رغم حاسد ملعون درین سپنج سرا

مدام رای هنرپرور تو حکمروان
همیشه طبع سخا پیشهٔ تو کامروا

هزار عید ببینی به کامرانی و عیش
هزار سال بمانی هزار معنی را

قصده در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شراز

سنه ۷۴۳ه تا سنه ۷۵۴ه

چو صبح رایت خورشید آشکار کند
ز مهر قبهٔ افلاک زرنگار کند

زمانه مشعلهٔ قدسیان بر افروزد
سپهر کسوت روحانیان شعار کند

خجسته خسرو سیارگان به طالع سعد
دگر عزیمت صحرا و کوهسار کند

چو خیل ترک که بر لشکر حبش تازد
چو شاه روم که آهنگ زنگبار کند

به زخم تیغ ممالکستان و کشورگیر
هزار رخنه درین نیلگون حصار کند

دهان خزانهٔ شب را به پشت گرمی صبح
ز تاب شعلهٔ خورشید پر شرار کند

زمانه دامن افلاک را ز رنگ شفق
هزار لالهٔ نورسته در کنار کند

سپهر عقد ثریا نهاده بر کف دست
بدان امید که در پای شه نثار کند

صفای صبح دل عاشقان به جوش آرد
نسیم باد صبا ساز نوبهار کند

رسید موسم نوروز و گاه آن آمد
که دل هوای گلستان و لاله‌زار کند

صبا فسانهٔ حوران سروقد گوید
چمن حکایت خوبان گلعذار کند

عروس گل ز عماری جمال بنماید
به ناز جلوه‌کنان عزم جویبار کند

سحاب گردن و گوش مخدّرات چمن
ز فیض جود پر از دُرّ شاهوار کند

هزار عاشق دل خسته را به یک نغمه
نوای بلبل شوریده بیقرار کند

چمن به هرچه زند دم به پیش لاله و گل
روایت از نفس نافهٔ تتار کند

ز ذوق نرگس تر آب در دهان آرد
اگر نگاه درین نظم آبدار کند

عدو نشاند نهالی که بهر کشتن او
کمان و نیزه و شمشیر و تیر بار کند

چهار دست بر آورده روز و شب چون من
دعای دولت سلطان کامگار کند

در این چنین سره فصلی چه گویم آن کس را
که ترک بادهٔ دلبخش خوشگوار کند

کسی که باده ننوشد چه خوشدلی بیند
دلی که عشق نورزد دگر چه کار کند

غلام همت آنم که با صراحی و می
گرفته دست بتی در چمن گذار کند

گهی به بوسهٔ از لعل او شود قانع
گهی به یک در لعلش هم اختصار کند

گهی حکایت عیش گذشته گوید باز
گهی شکایت احداث روزگار کند

دمی ز نغمهٔ نی نالهٔ حزین شنود
دمی به ساغر می جلوهٔ خمار کند

نه همچو من که بسوزد درونم آتش شوق
چو یاد صحبت یاران غمگسار کند

درین غریبی و آوارگی چنین که منم
مرا به لطف که پرسد که اعتبار کند

عبید را به ازان نیست در چنین سختی
که تکیه بر کرم و لطف کردگار کند

نه بیش در طلب مال بی ثبات رود
نه اعتماد برین جاه مستعار کند

به آب توبه ز کار جهان بشوید دست
ز گوشه در گذرد گوشه اختیار کند

به صدق روی دعا همچو جبرئیل امین
به سوی بارگه شاه و شهریار کند

مگر عنایت شاه جهان ابواسحق
دلش به عاطفت خود امیدوار کند

جمال دنیا و دین آن که آسمان بلند
غبار درگه او تاج افتخار کند

یگانه حیدر ثانی که در زمان نبرد
ز تاب حملهٔ او کوه زینهار کند

جهان‌پناها آن کس که بختیار بود
دعای جان تو سلطان بختیار کند

زمانه دار تو جمشید تاجبخش کند
فلک خطاب تو خورشید کان یسار کند †

خرد چو بازو و تیغ تو در خیال آرد
حدیث حیدر کرّار و ذوالفقار کند

بروز معرکه بدخواه در برابر تو
چو روبه است که با شیر کارزار کند

حسود جاه تو هرگه که پایهٔ طلبد
سیاست تو اشارت به پای دار کند

هزار حاتم طی را گاه فیض و سخا
بنان بحر نوال تو شرمسار کند

نه هرکه در پی عشق تو ناامید شود
نه آن پی در جود تو انتظار کند

ز حد گذشت جسارت کنون دعای بهتر
که بر دعا سخن خویش اختصار کند

مدار دولت و دین بر جناب جاه تو باد
همیشه تا که فلک بر مدی مدار کند

بقای عمر تو چندان که حصر نتوان کرد
هزار سال محاسب اگر شمار کند

در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز : سنه ۷۳۷ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری

و فلک را میسّر است مدار تا زمین را مقرّر است قرار

تا کند آفتاب زرپاشی تا کند نو بهار نقّاشی

† " کامگار کند " مناسب تر می‌نماید .

تا بود در میانهٔ پرکار / گردش هفت کوکب سیار

عمر ثانی جمال ملت و دین / خسرو تاج‌بخش تخت‌نشین

پادشاه جهان علی الاطلاق / سایهٔ لطف حق ابواسحق

در جهان شاد و کامران بادا / حکم او چون قضا روان بادا

زحلش کمترینه دربانی / مشتری داعی ثناخوانی

از سپاهش پیادهٔ بهرام / آن که ترک سپهر دارد نام

پرتو روی او بود خورشید / کفش گردان مطربش ناهید

تیر شاگرد منشیان درش / سر نهاده بر آستان درش

چنبر ماه نعل یکرانش / گنبد چرخ گوی میدانش

خطبه و سکهٔ عالی از نامش / بهرهٔ جهانی ز فیض و انعامش

رای اعلاش عدل ورزنده / کرمش هرچه دیده بخشنده

تا ابد باد شاه هفت اقلیم / درگه او پناه هفت اقلیم

دولتش در ضمان تیغ و قلم / بازوش قهرمان تیغ و قلم

بنده کز بندگان این درگاه / کمترین چاکری است دولتخواه

داشت اندر دماغ سودایی / که گرش فرصتی بود جایی

شمهٔ شرح حال عرضه کند / صورت اختلال عرضه کند

دید ناگه ظهیر را در خواب / گفت حالی بکن به شعر شتاب

این ازین پیش بیتکی سه چار / گفته ام زانچه هست لائق کار

نسخهٔ آن برآر کن از دیوان / وقت فرصت به عز عرض رسان

بنده بر وفق رای مولانا / می‌کند بیتهای او انشا

عالمی بر فراز منبر گفت / که چو پیدا شود سرای نهفت

ریشهای سفید را ز گناه / بخشد ایزد به ریشهای سیاه

باز ریش سیاه روز امید / باشد اندر پناه ریش سفید

مردک سرخ ریش حاضر بود — چنگ در ریش زد چو این بشنود

گفت ما خود دران شمار نه ایم — در دو گیتی به هیچ کار نه ایم

بنده آن سرخ ریش مظلوم است — که ز انعام شاه محروم است

ملک او تا به حشر باقی باد — مهر و ماهش ندیم و ساقی باد

قصیده در مدح سلطان جمال الدین امیر شیخ ابو اسحٰق اینجو ابن امیر محمود شاه اینجو والی شیراز : سنه ۷۳۷ هجری تا سنه ۷۵۴ هجری

ای شکوهت خیمه بر بالاے هفت اختر زده
هفت ملک سلامت * بر شه خاور زده

شیخ ابو اسحٰق آن شاهے که از شمشیر او
مهر لرزان است و مه ترسان و گردان سر زده

دولت اقبال بر بالاے چترت داگها
همچو مرغان سلیمانی پر اندر پر زده

هر کجا صیتت تو رفته خطبها آراسته
هر کجا نامت رسیده سکّها بر زر زده

روز اوّل مشتری چون دید فرّخ طالعت
در جهانگیری به نامت فال اسکندر زده

بندگانت پایهٔ عرش معلّی ساخته
پاسبانانت علم بر طارم اخضر زده

هر کجا فیروزبختے شهریارے صفدرے
از دل و جان لاف خدمتگاری این در زده

از قبولت هرکه او چوگان دولت یافته
گوے در میدان این ایوان پهناور زده

* ،، قمّته بانگ سیاسه ،، مناسب می‌نماید ۔

مطربان بزم جان‌بخشت به هر آوازهٔ
طعنها بر نغمهٔ ناهید خنیاگر زده

ابر دستت بر جهان باران رحمت ریخته
برق تیغت در نهاد دشمنان آذر زده

هر کجا شه عزم کرده همچو فرّاشان ز پیش
دولت آنجا سایبان افروز در زده *

با سپاهت هرکه یک ساعت به پیکار آمده
از دو پیکر زخمها یا بیش بر پیکر زده

هر سماک رامحش صد نیزه در دل دوخته
هر شهاب ثاقبش صد تیر بر مغفر زده

کرده هر روز آستانت را چو شاهن بوسها
هر سحر کز جیب گردون جرم خور سر بر زده

تا ابد نام تو باقی باد و نام دشمنت
همچو مرسوم منش ناگه قلم بر سر زده

قصیده در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیرؒ

شد ملک فارس باز به تاقیه کردگار
خوشتر ز صحن جنّت و خرّمتر از بهار

دولت فگند سایه بر اطراف این مقام
اقبال کرد باز برین مملکت اگذار

سیمرغ آشیان عنایت ز اوج قدس
بکشاد شاهبال عنایت درین دیار

می‌آید از نسائم الطاف ایزدی
در بوستان دهر گل خرّمی به بار

* در نسخه همین طور است .

جانهای غمپرست کنون گشت شادمان
دلهای ناامید کنون شد امیدوار

کز سایهٔ عنایت سلطان تاجبخش
شاه عدو شکار و جهانگیر کامگار

جمشید عهد خسرو گیتی جلال دین
آن بیش از آدمی و کم از آفریدگار

تشریف یافت صدر وزارت همای سعد
از سایهٔ مبارک مخدوم نامدار

خورشید آسمان وزارت عمید ملک
آن تا هزار جد و پدر شاه و شهریار

آن مشتری عطیت و ناهید خاصیت
وان آسمان مهابت و خورشید اقتدار

ای عنصر تو زبدهٔ محصول کائنات
وی ذات تو نتیجهٔ الطاف کردگار

ابری به گاه بخشش و کانی به گاه برد
بحری به گاه کوشش و کوهی گه وقار

کلک تو مسرعی است که هر دم هزار بار
تا ملک چین بتازد و تا حد زنگبار

این ابر را که فیض به هرکس همی رسد
اسمی است آن ز بحر بنان تو مستعار

نی ابر از کجا و بنان تو از کجا
کان دُرّ قطره بخشد و این دُرّ شاهوار

شاها درین میان غزلی درج میکنم
تا باشد این طریق ز داعیت یادگار

(غزل)

گل باز جلوه کرد بر اطراف روزگار
ای ترک نازنین من ای شاخ نوبهار

از خانه دور شو که کنون خانه دوزخ است
خرگاه ساز کن که بهشت است مرغزار

با غنچه شو مصاحب و با یاسمن سمن*
با ارغوان طرب کن و با لاله می گسار

گل ریز و مطربان بنشان انجمن بساز
یاتوق بخواه شیره بنه کاغذ بیار

طرف کلاه کج کن و بند کمر ببند
پایی بکوب و دست بزن کاسهٔ سپار

تازان به ترکتاز فرو ریز خون می
شادان ز روی عربده بشکن سر خمار

بر خیال دل ز طرّهٔ هندو کشا کمین
در ملک جان به غمزهٔ جادو فگن شکار

صوفی و کنج مسجد و سالوس نهان
ما و شراب و شاهد و رندی آشکار

هرگز خیال روی تو از جان نمی رود
اینک ببین ز روی خیال تو شرمسار

در خستگان بلا و ستم بیش ازین مکن
آخر نگاه کن به جفاهای روزگار

دامن ز صحبت من بیچاره در مکش
دست عبید و دامن لطف تو زینهار

بادا وجود قدسیت ایمن ز حادثات
ای کائنات را به وجود تو افتخار

قصیده در مدح خواجه رکن الدین عمید الملک وزیر

به یمن طلعت فیروز بخت فرّخ حال
همای دولت و اقبال می‌کشاید بال

* «با یاسمن انوس» یا «با یاسمن رفیق» مناسب می نماید.

فراز بارگه خواجهٔ زمین و زمان
فلک‌مهابت و مهروی آفتاب نوال

خدایگان جهان رکن دین عمیدالملک
محیط مرکز دولت سپهر جاه و جلال

به قهر حاسدسوز و به لطف مجلس‌ساز
به جود دشمن مال و به رای دشمن مال *

سزد که صدر نشینان کارخانهٔ قدس
کنند از سر تعظیم و از سر اجلال

ثنای حضرت او بالعشیّ و الابکار
دعای دولت او بالغدوّ و الاصال

اگرنه رشحهٔ فیض سخای او باشد
خرد امید نبندد دگر به نیل منال

جهان‌پناها عالی جناب حضرت تو
مقرّ جاه و جلال است و منبع افضال

ز نور رای تو گر مقتبس شود مه و مهر
منزّه آید از وصمت خسوف و زوال

بود چو جود تو سنجند خازنان درت
نوازش فلک اطلس و فلک مثقال

ترا رسد به جهان سروری به استحقاق
ترا رسد به جهان خواجگی به استقلال

زمین به حکم شما گشته مستقیم ارکان
زمان ز کلک شما گشته منتظم احوال

تصوّر است عدو را خیال منصب تو
زهی تصوّر باطل زهی خیال محال

---

* دشمن مال ... دنمه کننده یا گرشمار دهنده یا پایمال کنندهٔ دشمنان .

درین میان غزلے درج می‌کنم زیرا
ز جنس شعر غزل به برای دفع ملال

(غزل)

رسید موسم آن باز کز شمیم شمال
دماغ دهر شود از بخور مالامال

زمین ز لاله تذروست نسترن منقار
هوا ز ابر تتق بست یاسمن پر و بال

چو شانه کرد صبا جعد سنبل سیراب
بنفشه بر طرف عارض سمن زد خال

میان صحن چمن عکس برگ گل بر جوے
چو آتش است بر آمیخته به آب زلال

غزال خرمن سنبل کشیده در آغوش
چکاو لالهٔ نعمان فشرده در چنگال

پیام گل به سو باده می‌برد گوئی
چنین که باد صبا می‌دود به استقبال

چو شد حرارتے بر شاخ ارغوان غالب
طبیب باد صبا خون کشاد از منصال

میان مصر چمن گل ز بامداد پگاه
چو سوسن است که برقع بر افگند ز جمال

به باغ سوسن آزاده هر زمان گوید
غلام باد شمالم غلام باد شمال

به شادمانی و دولت ببین هزاران عید
به کامرانی و عشرت بمان هزاران سال

علوّ قدر تو فارغ ز جور دور فلک
کمال جاه تو ایمن ز شرّ عین کمال

قصیده در مدح خواجه رکن‌الدین وزیر

علی‌الصّباح که سلطان چرخ آینه فام
زدود آینهٔ آسمان ز رنگ ظلام

صفای صبح دل عاشقان به جوش آورد
فروغ عکس شفق بود بر فلک انجام

به دست خسرو خاور فتاد ملک حبش
ز شاه روم هزیمت گرفت لشکر شام

هر آن متاع که شب را ز مشک و عنبر بود
به زرّ پخته بدل کرد صبح نقرهٔ خام

شکسته بودم و خاطر به دست عشق اسیر
سر از شراب گران دل ز شوق بی آرام

به گوش هوش می‌آمد خروش نوشانوش
ز نوشخانهٔ اشراق آمدم بر بام

به سوی کاخی گردون‌بنای نظر کردم
ضمیر روشن و دل صافی و طبیعت رام

چنان نمود مرا وضع چرخ و شکل نجوم
که خیمه ایست پر از لعبتان سیم اندام

گذشتم از بر شش دیر قلعهٔ دیدم
یکی برهمن دانا درو گرفته مقام

به زیر دست وی اندر خجسته دیداری
که می‌نمود به هرکس حلال را ز حرام

گشاده زهرهٔ زهرا به ناز چهرهٔ سعد
به دوستی نظر افگند سوی او بهرام

چو من به فکر فروفته و روان کرده
دبیر چرخ به مدح خدایگان اقلام

عنان به خطّهٔ مغرب کشیده ماه تمام
نموده عرض نورانی ز نقاب غمام

دمید شعلهٔ مهر آن چنان که پنداری
زمانه تیغ زراندود می‌کشد ز نیام

ز بس تجلّی نور آن زمان ندانستم
که آفتاب کدام است و روی خویش کدام

جهان فضل و کرم رکن دین عمیدالملک
وزیر شاهنشان خواجهٔ سپهرغلام

قضاشکوه و قدرهمّت و ستاره حشم
زحل محلّ و فلک قدر و آفتاب انعام

فلک ز هیبت اوست در مسیر و مدار
زمین ز معدلت اوست با قرار و قوام

جناب عالی او ملجا وضیع و شریف
حریم درگه او کعبهٔ خواص و عوام

ز تاب حملهٔ او گاه کینه سست شود
دم نهنگ و دل پیل و پنجهٔ ضرغام

زهی وجود شریف تو مظهر الطاف
زهی ضمیر منیر تو مهبط الهام

به یمن عدل و شکوه تو گشت روز افزون
شکوه و رونق ایمان و قوّت اسلام

جهان پناها احوال خویش خواهم گفت
اگرچه شیوه طاب دست و پیشه نیست ابرام

کنون دوازده سال است تا ز خاک عراق
کشیده اختر سعدم به درگه تو زمام

نبود منزل من غیر از آستانهٔ تو
که باد تا به ابد قبلهٔ کبار و کرام

ز نعمت تو مرا بود کامها حاصل
ز دولت تو مرا بود کارها به نظام

خجل نیم ز جنابت که مرغ همت من
به بوی دانه نیفتاد هیچ گه در دام

طمع نکرد مرا پیش هیچ کس رسوا
نبرده حرص فراپیش هر خسی به سلام

بدان رسیده ام اکنون که بر درت شب و روز
نمی‌توانم بستن به بندگی احرام

ملالت آرد اگر شرح آن دهم که به من
چه می‌رسد به جفای سپهر بدفرجام

گهی به جای طرب غم فرستدم بر دل
گهی به جای عرق خون چکاندم ز رخام

ز رنج و درد چنان گشته ام که یک نفسم
نه ممکن است قعود و نه ممکن است قیام

به حسن تربیت خواجه هست روزی چند
مرا امید اجازت ز پادشاه انام

همیشه تا که بود سیر ماه را پایان
مدام تا که بود دور مهر را انجام

به کام رای تو و دوستان تو بادا
همیشه جنبش افلاک و گردش ایام

هزار قرن بزی شادکام و دولتیار
هزار سال بمان کامران و نیکونام

معین و ناصر من لطف بی نهایت تو
معین و ناصر تو ذوالجلال و الاکرام

قصیده در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

باز گل جلوه کنان روی به صحرا دارد
نوجوان است و دل عیش و تماشا دارد

خار در پهلو و پا در گل و خوش می‌خندد
لطف بین کین گل شوریدهٔ رعنا دارد

آب هر لحظه چو داؤد گره می‌سازد
باد خاصیت انفاس مسیحا دارد

لاله بر طرف چمن رقص‌کنان پنداری
نوعروس است که پیرایهٔ دارا دارد

قصّهٔ سرو دراز است نمی‌شاید گفت
کان حدیثی است که آن سر ثریّا دارد

این چنین زار که بلبل به سحر می‌نالد
نسبتی با من دلدادهٔ شیدا دارد

بوستان را همه اسباب مهیّاست کنون
خرّم آن کو همه اسباب مهیّا دارد

نقد امروز غنیمت شمر از دست مده
کوربخت است که اندیشهٔ فردا دارد

بت من جلوه کنان گر به چمن بر گذرد
با رخش سوی گل لاله که پروا دارد

آن چه حسن است که آن شکل و شمائل را هست
آن چه لطف است که آن قامت و بالا دارد

گفتمش زلف تو دارد دل من گفت
این گدا بی سر و پا بین که چه سودا دارد

قطرهٔ اشک من خسته جگر در غم او
هست خونی که تعلّق به سویدا دارد

آسمان بندهٔ او گشته و نیز از سر صدق
هوس بندگی صاحب والا دارد

رکن دین خواجهٔ مه‌چاکر و خورشیدغلام
که دل و مرتبهٔ حاتم و دارا دارد

در جهان همسر و همتاش نه بودست و نه هست
به خدایی که نه انباز و نه همتا دارد

دشمن از برق سنانش بگدازد ور خود
تن ز پولاد و دل از صخرهٔ صمّا دارد

[illegible] شد سرمهٔ چشم افلاک
خاک پای تو که در دیدهٔ ما جا دارد

خرد پیر ترا دولت برنا یارست
خنک آن پیر که او دولت برنا دارد

دست دریاش گهربخش تو هنگام عطا
همچو ابریست که خاصیت دریا دارد

پیش رای تو کجا لاف ضیا داند زد
کیست خورشید که این زهره و یارا دارد

حلقهٔ چاکری تست که دارد مه نو
کمر بندگی تست که جوزا دارد

راستی خواجه درین عهد ترا شاید گفت
که ز جودت همه کس عیش مهیّا دارد

گه گهی تربیتی از سر اشفاق و کرم
بنده از حضرت مخدوم تمنّا دارد

می‌نواز از کرم خویش دعاگویان را
که دعاهای به اخلاص اثرها دارد

تا ابد در دو جهان نام نکو گشت کند
هر مربّی که چو من بندهٔ مربّا* دارد

ترکیب بند در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

ساقیا موسم عیش است بده جام شراب
لطف کن تشنه لبان را ده زلالی دریاب

قدح باده اگر هست به من ده تا من
در سر باده کنم خانهٔ هستی چو حباب

در حساب زر و سیم است غم داد و ستد
کوربختی که ندارد خبر از روز حساب

هر کسی هیچ حسد نیست خدا می‌داند
جز بران رند که افتاده بود مست و خراب

هر کرا آتش دین روزهٔ سی‌روزه بسوخت
مرهمش شمع و شراب است و دوا چنگ و رباب

وان که امروز عذاب رمضان دیده بود
من نترسم که بعد دوزخ نکشد بار عذاب

باده در جام طرب ریز که شوّال آمد
موسم وعظ بشد نوبت شوّال آمد

وقت آن است دگر باره که می نوش کنیم
روزه‌داری و تراویح فراموش کنیم

پای‌کوبان ز در صومعه بیرون آییم
دست با شاهد سرمست در آغوش کنیم

سر چو گل در قدم لاله‌رخان اندازیم
جان فدای قد حوران قباپوش کنیم

---

* مربّا = مربّی یعنی پرورده، پرورده شده۔

شیخکان گر به نصیحت سخنانی گویند
ما به یک جرعه زبان همه خاموش کنیم

چند روی ترش واعظ ناکس بینیم
چند بر قول پراگندهٔ او گوش کنیم

جام می گیر به کف افسانه ازین زال مخوان
تا به کی قصّهٔ کاوس و سیاوش کنیم

الله الحمد که ما روزه به پایان بردیم
عید کردیم و ز دست رمضان جان بردیم

دل به جان آمد ازین بادهٔ تنها خوردن
در فرو کردن و ترسیدن و تنها خوردن

چه عذاب است همه روزه دهان در بستن
چه بلاییست به شب شربت و حلوا خوردن

زشت رسمی است نشستن همه شب با خانه
دم‌قدح گشتن و پالوده و گیپا خوردن

مدّعی روزم اگر بوی دهن نشنیدی
شب نیاسودمی از بادهٔ تنها خوردن

فرصت بادهٔ یک ماهه ز من فوت شدی
گر نشایستمی با مردم ترسا خوردن

رمضان رفت و کنون ما و ازین پس همه روز
باده در بارگه خواجهٔ والا خوردن

صاحب سیف و قلم پشت و پناه اسلام
رکن دین خواجهٔ منچکر و خورشید غلام

خسروا پیش که ایس طاق معلّا کردند
سقف این عالم نه پایهٔ مینا کردند

هرچه بخت تو طلب کرده بدو بخشیدند
هرچه اقبال تو درخواست مهیّا کردند

جود و آوازهٔ مردی ز جهان گم شده بود
بازو و کلک تو این قاعده احیا کردند

پادشاهان به حریم تو حمایت جستند
شهریاران به جناب تو تولاّ کردند

از دم خلق جهان‌بخش تو می‌یابد روح
این روایت که ز انفاس مسیحا کردند

چرخ را تربیت اهل هنر رسم نبود
این حکایت کرم و جود تو پیدا کردند

ای سرا پردهٔ همت زده بر چرخ بلند
اعرت انداخته در گردن خورشید کمند

تا زمین است زمان تابع فرمان تو باد
گوی گردان فلک در خم چوگان تو باد

والی کشور هفتم که زحل دارد نام
کمترین هندو چوبک‌زن فرمان تو باد

شیر گردون که بدو بازو خورشید قوی است
بندهٔ حلقه‌بگوش سگ دربان تو باد

تیر کو ناظر دیوان قضا و قدر است
از مقیمان در منشی دیوان تو باد

جام جمشید چو در بزم طرب نوش کنی
زهره خنیاگر و برجیس ثناخوان تو باد

روز عید است طرب ساز که تا کور شود
خصم بدگوهر بدکیش که قربان تو باد

مدّت عمر تو از حدّ عدد بیرون باد
تا ابد دولت و اقبال تو روز افزون باد

فی المقطعات

(قطعه ۱)

در مناجات

خدایا تو ما را صفایی بده   به ما بینوایان نوایی بده

در گنج رحمت به ما برگشای   وزان داد هر جا گدایی بده

همه دردناکان درمانده ایم   حکیمی به هر یک دوایی بده

سگ کوی رندان آزاده ایم   دران کوچه ما را سرایی بده

بلائیست این نفس کافر عبید
گرش می‌توانی سزایی بده

(قطعه ۲)

در مناجات مشتمل بر شوخی و ظرافت

یارب از کرده به لطف تو پناه آوردیم
به امید کرمت روی به راه آوردیم

بر سر نفس بدآموز که شیطان ره است
از ندامت ورق حشو سیاه آوردیم

بر گنهکاری خود گرچه مقریم ولی
نالهٔ زار و رخ زرد گواه آوردیم

گرچه ما نامه سیاهیم ببخشای که ما
روسیاهیم ازان نامه سیاه آوردیم

بر در عفو تو ما بی سر و پایان چو عبید
تا تهی‌دست نباشیم گناه آوردیم

(قطعه ۳)

در نامساعدت بخت خود

حال خود بس تباه می‌بینم　　نامهٔ دل سیاه می‌بینم
یوسف روح را ز شومی نفس　　مانده در قعر چاه می‌بینم
خط طومار عمر می‌خوانم　　همه واحسرتاه می‌بینم
در دل بیقرار می‌نگرم　　ناله و سوز آه می‌بینم
ره دراز است و دور و من خود را　　سخت بی زاد راه می‌بینم
عذرخواه عبید بیچاره　　کرم پادشاه می‌بینم

پایمردی که دست او گیرد
محض لطف اله می‌بینم

(قطعه ۴)

نظر حکیمانه

آن که گردون فراشت و انجم کرد
عقل و روح آفرید و مردم کرد

رشتهٔ کائنات در هم بست
پس سر رشته درمیان گم کرد

(قطعه ۵)

در شکایت روزگار

چرخ ستیزه‌کار محابا نمی‌کند
هیچ از جفا نماند که با ما نمی‌کند

شب نیست تا درین پریشان من ز غم
صد باره از حیات تبرا نمی‌کند

روزی نمی‌رود که مرا بهر قرض و فرض
هردم خدا و خلق تقاضا نمی‌کند

یارب چه موجب است که دولت به هیچ حال
میلی به سوی مردم دانا نمی‌کند

مردی و عقل و حیله و کوشش چه فائده
او را که بخت کار مهیّا نمی‌کند

آسایشی و خوشدلیی در جهان خوش است
خاطر خود این قضیّه تمنّا نمی‌کند

گفتم دری زنم به دعا باز عقل گفت
زحمت مکش عبید که در وا نمی‌کند

(قطعه) ٦

بحر غم را کرانه پیدا نیست — خاطر شادمانه پیدا نیست
هیچ با طائر امید مرا — بیضه در آشیانه پیدا نیست
آن چنان موج غم گرفت وجود — که دلی درمیانه پیدا نیست
امن و راحت مجو که در دنیا — هیچ یک زین دوگانه پیدا نیست
طمع از نقد خوشدلی بردار — که کلید خزانه پیدا نیست
بخت با ما همیشه در غضب است — وین غضب را بهانه پیدا نیست
شد به نوعی خراب خانهٔ فضل — که درو آشیانه پیدا نیست
آن چنان جهل یافت استیلا — که کمان از کمانه پیدا نیست
این چنین است چاره چیست عبید — سر و کار زمانه پیدا نیست

(قطعه ٧)

در شکایت روزگار و اهل او

حاصل ز زندگانی ما جز وبال نیست
در روزگار بهره بغیر از ملال نیست

نقش سه شش طلب مکن از کعبتین دهر
کین نقش پنج روزه برون از خیال نیست

چون منصب بزرگی و چون جاه و ملک و مال
بی وصمت تزلزل و عیب زوال نیست

خوش خاطری که منصب و جاه آرزو نکرد
خرّم دلی که در طلب ملک و مال نیست

از خوان ممسکان مطلب توشهٔ حیات
کان لقمه پیش اهل طریقت حلال نیست

در وضع روزگار نظر کن به چشم عقل
احوال کس مپرس که حال سوال نیست

چون زلف تاب دادهٔ خوبان درین دیار
هر جا که سرکشی است بجز پایمال نیست

در موج فتنهٔ که خلائق فتاده اند
فریادرس بجز کرم ذوالجلال نیست

جانم فدای خاطر صاحبدلی که گفت
شیراز جای مردم صاحب کمال نیست

درویشی و غریبی و زحمت ز حد گذشت
زین بیش ای عبید مرا احتمال نیست

(قطعه ۸)

در پشیمانی

به نای و نی همه عمرم گذشت و می‌گفتم
دریغ عمر و جوانی که می‌رود بر باد

به آه و ناله کنون دل نهاده ام چه کنم
قضا قضای خدایست هر چه بادا باد

(قطعه ۹)

در مبدل شدن امن و راحت شیراز به قحط و فتنه و درد و غم

دردا که درد و غم به کرانی نمی رسد
دل را ز غصه خط امانی نمی رسد

زین ملک امن و راحت و شادی چنان برفت
کز هیچ جانبش هیچ نشانی نمی رسد

از بهر قحط و فتنه قرانها بسی رسید
از بهر امن و عیش قرانی نمی رسد

خلقی ز جور دور فلک سوخت وین عجب
کاسیب او به هیچ عوانی نمی رسد

ارباب لطف جمله گرانبار و یک نفس
هرگز گرانیی به گرانی نمی رسد

اهل تمیز را ز حوادث به عمر و مال
یک دم نه بود که زیانی نمی رسد

محنت همین بس است که در پیش هر خسی
هر که آب رو شد ریخت به نانی نمی رسد

هرکس که هست دست به خیریش می رسد
دست عبید جز به فغانی نمی رسد

(قطعه ۱۰)

در ذکر قرض خویش

مرا قرض هست و دگر هیچ نیست
فراوان مرا خرج و زر هیچ نیست

جهان گو همه عیش و عشرت بگیر
مرا زین حکایت خبر هیچ نیست

هنر خود ندارم وگر نیز هست
چو طالع نباشد هنر هیچ نیست

عنان ارادت چو از دست رفت
غم و فکر بوک و مگر * هیچ نیست

به درگاه او التماسی عجیبد
که این رفتن در به در هیچ نیست

(قطعه ۱۱)

در ابتلای قرض و بدبختی خودش متضمن استدعا به جناب خواجه علاءالدین گفته

مردم به عیش و عشرت و من در بلای قرض
هرکس به کاروباری و من مبتلای قرض

قرض خدا و قرض خلایق به گردنم
آیا ادای فرض کنم یا ادای قرض

خرجم برون ز عادت و قرضم برون ز حد
فکر از برای خرج کنم یا برای قرض

از هیچ خط نترسم غیر از سجل دین
وز هیچ کس نترسم غیر از گوای قرض

در شهر قرض دارم و اندر محلّه قرض
در کوچه قرض میکنم و در سرای قرض

* بوک و مگر = آرزو و تمنا.

از صبح تا به شام در اندیشه مانده ام
تا خود کجا بیابم ناگه ز جای قرض

مردم ز دست قرض گریزان و من به صدق
خواهم پس از دعای نماز از خدای قرض

عرضم چو آب روی گدایان به باد رفت
از بس که خواستم ز در هر گدای قرض

گر خواجه تربیت نکند پیش پادشاه
مسکین عبید چون کند آخر ادای قرض

خواجه علای دولت و دین آن که جز کفش
هرگز کسی نداد به گیتی سزای قرض

(قطعه ۱۲)

قصهٔ درد دل و قصهٔ شبهای دراز
صورتی نیست که جایی بتوان گفتن باز

محرمی نیست که با او به کنار آرم روز
مونسی نیست که با او به میان آرم راز

در غم و خواری از آنم که ندارم غمخوار
دم فروبسته از آنم که ندارم دمساز

خود چه شامی است سعادت که ندارد انجام
یا چه صبحی است سعادت که ندارد آغاز

بی‌نیازی ندهد دهر خدایا تو بده
سازگاری نکند خلق خدایا تو بساز

از سر لطف دل خستهٔ بیچاره عبید
بنواز ای کرم عام تو بیچاره‌نواز

(قطعه ۱۳)

این قطعه به یاد دولت سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق اینجو گفته

سلطان تاج‌بخش جهاندار امیر شیخ
کآوازهٔ سخاوت و جودش جهان گرفت

شاهی چو کیقباد و چو افراسیاب کرد
کشور چو شاه سنجر و شاه اردوان گرفت

پشتیِ دین به قوّت تدبیر پیر کرد
روی زمین به بازوی بخت جوان گرفت

در عیش ساز و عادت خسرو بنا نهاد
در رسم و شیوه گاه چو نوشیروان گرفت

ایوان و قصر و جنّت و فردوس بر فراشت
در وی نشست شاد و قدح چون کیان گرفت

هر بنده‌ای که بر در او جایگاه یافت
خود را امیر و خسرو صاحبقران گرفت

بنگر که روزگار چه بازی پدید کرد
نکبت چگونه دولت او را عنان گرفت

جوشی بزد محیط بلا و ز ناگهان
ملک و خزانه و پسرش در میان گرفت

تا سوز و گریه که بهر بر زد آن بنا!
تا دود و ناله که در آن دودمان گرفت!

کآن بوستانسرای که آیین رنگ و بو
خلد برین ز رونق آن بوستان گرفت

اکنون بدان رسید که بر جای عندلیب
زاغ سیه دل آمد و در وی مکان گرفت

S. B-12

قصری که برد فرّخی از فرّ او همای
سگ بچه کرد در وی و زاغ آشیان گرفت

در کار روزگار و ثبات جهان عجیب
عبرت هزار بار ازان می‌توان گرفت

بیچاره آدمی که ندارد به هیچ حال
نی بر ستاره دست و نه بر آسمان گرفت

خوش وقت مقبلی که دل اندر جهان نبست
و افسرده خاطری که ز دنیا کران گرفت

(قطعه ۱۳)

به یاد ایّام جوانی و تندرستی خود گوید

نه بر هر خان و خاقان می‌برم رشک
نه بر هر میر و سلطان می‌برم رشک

نه دارم چشم بر دستور و گنجور
نه بر گنج فراوان می‌برم رشک

نمی اندیشم از دوزخ به یک جو
نه بر فردوس و رضوان می‌برم رشک

نه بر هر باغ و بستان می‌نهم دل
نه بر هر قصر و ایوان می‌برم رشک

ز می چرخ کهن بستد جوانی
بران ایّام و دوران می‌برم رشک

چو رنجی دیگرم بر پیری افزود
به حال هر کسی زان می‌برم رشک

چو دردم می‌شود افزون دران حال
بر آن کو می‌کند جان می‌برم رشک

مرا رشک از جوانان بود ازین پیش
کنون بر تندرستان می‌برم رشک

عجب از درد می‌نالم شب و روز
بر آن کو یافت درمان می‌برم رشک

(قطعه ۱۰۴)

در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

خدایگان جهان رکن دین عمیدالملک
توئی که چرخ به جاه تو التجا دارد

قضا به هرچه اشارت کنی مطیع شود
قدر به هرچه رضا باشدت رضا دارد

کسی که پرتو رای تو در ضمیر آرد
نظر حرام بود گر به کیمیا دارد

به دست هر که فتد خاک آستانهٔ تو
چه التفات به جام جهان‌نما دارد

توئی که پشت فلک با همه بلندی قدر
ز بار برّ تو پیوسته انحنا * دارد

حمایت تو کسی را که در پناه آرد
چه غم ز گردش ایّام بی‌حیا دارد

جهان‌پناها ده سال بیش می‌گذرد
که بنده نام دعاگوئی شما دارد

نه جز شماش مربّی نه جز شما مخدوم
نه جز شما به جهان یار و آشنا دارد

نه جز به لطف تو کان در بیان نمی‌گنجد
به کس توقّع اهلا و مرحبا دارد

* انحنا = خم شدن، خمیدگی.

نه همچو مردم دیگر به هر کجا که رسد
دری گشاده ببیند سری فرا دارد

ز آستان تو هرگز به هیچ جا نرود
اگر چه پیش وضیع و شریف جا دارد

به عهد چون تو وزیری و این چنین شاهی
روا بود که مرا چرخ در عنا دارد ؟

گهی به سلسلهٔ قرض پایبند کند
گهی به محنت افلاس مبتلا دارد

نه خواجه تربیتی می‌کند مرا هرگز
نه پادشه نظری سوی این گدا دارد

عبید لاجرم اکنون چو دشمن خواجه
نه زر نه جامه نه چادر نه چارپا دارد

نه برگ آن که تواند ملازمت کردن
نه ساز و آلت و اسباب انزوا دارد

ز بخت خویش برنجم که از نحوست او
همیشه کارک * من رو به قهقرا † دارد

کمان چرخ به من تیر نکبت اندازد
کمند دهر مرا بستهٔ بلا دارد

ز روزگار فراغت چگونه دارم چشم
چنین که خواجه فراغت ز حال ما دارد

روا بود که چنین خوار و بینوا باشد
کسی که همچو تو مخدوم و مقتدا دارد ؟

به لطف خاطر یاران و بندگان دریاب
که کار همت یاران ماصفا دارد

---

* کارک = کار خرد ، کار جزئی .
† قهقرا = عقب ، پس .

که گهی هر بادهٔ حاضر شدی   گر ندیمی یا نگاری آمدی
نیست در بستر کنون از خشک و تر   زانچه وقتی در شماری آمدی
غیر من در خانه ام چیزی نماند   هم نماندی گر به کاری آمدی

(قطعه ۱۸)

در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

ای آسمان جنیبه‌کش کبریای تو
وی آفتاب پرتوی از نور رای تو

دارای دهر آصف ثانی عمید ملک
ای صد هزار حاتم طائی گدای تو

خورشید نورگستر و مفتاح دولت است
رای رزین و خاطر مشکل‌کشای تو

خواهد فلک که حکم کند در جهان ولی
کاری میسّرش نشود بی رضای تو

بحر محیط را که عطابخش می‌نهند
غرق خجالت است ز فیض سخای تو

پیش از وجود انجم و ارکان نهاده بود
گنجور بخت گنج سعادت برای تو

روز نبرد چون که پریشان کند صبا
گیسوی پرچم علم سدره‌سای تو

گرد از یلان برآورد، افغان ز پر دلان،
از گرد راه بازوی معجزنمای تو

شاها من آن کسم که شب و روز کرده ام
از روی اعتقاد سر و جان فدای تو

کس را دگر ندانم و جای نه پاشوم
جز آستانهٔ در دولت‌سرای تو

صد سال اگر به پارس توقف بود مرا
وجه معاش می نبود جز عطای تو

غیر از ثنای تو نبود شغل خاطرم
کاری نباشدم به جهان جز دعای تو

روزم بود خجسته و کارم بود به کام
هرگه که بامداد ببینم لقای تو

آن کس توئی که همچو منت صد هزار هست
وان کس منم که نیست مرا کس به جای تو

چندان که رهنمای بنی آدم است عقل
بادا سعادت ابدی رهنمای تو

(قطعه ۱۹)

در تفأل از کلام خود گوید

چون ز بهر فال بگشائی کتاب
از عبید این فال را بشنو جواب

حرف اول را ز سطر هفتمین
بنگر از رای بزرگان سر متاب

از حروف آن حرف کاندر فاتحه است
باشد آن بیشک دلیل فتح باب

وانچه شرحش می‌دهم کان نامدست
نیک باشد گر کنی زان اجتناب

"ث" و "ج" و "ز" و پس آنگاه "ش"
"ظ" و "ف" و الله اعلم بالصواب

(قطعه ۲۰)

در تمنای ملاقات سراید

ای اقوهٔ گرد روی کانی ای بیتو حرام زندگانی

ای راحت جان و قوت دل وی مایهٔ عیش و کامرانی

تاکی باشد عبید بیتو تن داده به عجز ناتوانی

(قطعه ۲۱)

نظر حکیمانه

ای عبید این گل صد برگ بر اطراف چمن
هیچ دانی که سحرگاه چرا می‌خندد

باوجود گره غنچه و دلتنگی او
حکمتی هست که از باد و هوا می‌خندد

چون ثبات فلک و کار جهان می‌بیند
بر بقای خود و بر غفلت ما می‌خندد

(قطعه ۲۲)

نظر عارفانه

عبید این حرص مال و جاه تا کی
جهان جا نیست رو ترک جهان‌گیر

چو مردان دامن از دنیا بیفشان
وزین گرداب خود را با کران گیر

ز مسجد رخت با کوی مغان کش
مرا در کوی صاحب دولتان گیر

(قطعه ۲۳)

در تهنیت و دعاے سلطان
ابواسحق اینجو

نشستن با نشاط و کامرانی طرب کردن درین کاخ کیانی
مبارکباد بر شاه جهان‌بخش سلیمان دور جمشید ثانی
ابواسحق سلطان جوان بخت که برخوردار بادا از جوانی

(قطعه ۲۳)

در توصیف کاخی که سلطان جمال‌الدین امیر
شیخ ابواسحق اینجو والی
شیراز بنا کرده

اے کاخ روح پرور و اے قصر دلکشا
چون روضه دلفریبی و چون خلد جانفزا

هر شمسهٔ تو غیرت خورشید نوربخش
هر برکهٔ تو خجلت جام جهان‌نما

فرخنده درگه تو شهان راست سجده‌گاه
عالی جناب تو ملکان راست التجا

در کنه وصف تو نرسد عقل خرده بین
بر بام قدر تو نرود وهم تیزپا

زان سایهٔ هماے همایون نهاده اند
کز سایهٔ تو می‌طلبد فرخی هما

چون گلشن بهشت سرابوستان تست
شادی‌فزا و خرم و جان‌بخش و دلربا

از بلبلان مدام پر از ساز زیر و بم
وز مطربان همیشه پر از بانگ چنگ و نا

Z. F-13

تا بزمگاه شاه جهان گشته و شدست
از روی فخر کنگرهایست سپهرسا

خورشید ملک سایهٔ یزدان جمال دین
سلطان عدل‌گستر و شاه خجسته‌را

هم مانده پیش همت او بحر و بر حقیر
هم گشته پیش دست و دلش ابر و کان گدا

(قطعه ۲۵)

هم در توصیف ایوان قصر سلطان ابواسحق اینجو

چه خوش باشد درین فرخنده ایوان
نشاط افزودن و مجلس نهادن

به یاد بزم سلطان جوان بخت
نشستن شاد و داد عیش دادن

چو من دل زدرهٔ می وز معشوق بستن
به روی دوستان در برگشادن

(قطعه ۲۶)

در توصیف بارگاه قصر سلطان ابواسحق اینجو

گوئیا خلد برین است این همایون بارگاه
یا حریم کعبه یا فردوس یا ایوان شاه

پیشگاه حضرتش گردنکشان را بوسه‌جا
بر غبار آستانش پادشاهان را پناه

چون ستاره در شعاع شمس پنهان می‌شود
از فروغ شمسه‌اش پیکر خورشید و ماه

در رہ ادراک لطفش عقل پے گم می‌کند
دیدہ حیران می‌شود چون می‌کند در وے نگاہ

گر تفرّجگاہ جنّات نعیمت آرزوست
چشم بکشا تا ببینی جنّتے بے اشتباہ

وندرو تخت سلیمان خرم دارای دہر
شاہ گیتی‌دار جمشید فریدون دستگاہ

آفتاب هفت کشور خسرو مالک‌رقاب
شاہ حق بین شیخ ابواسحق بن محمود شاہ

خسروان را درگہ والای او امیدگاہ
بارگاہ عالیش گردن‌فرازان را پناہ

مشک تاتاری شود چون پاک بوسد خاک رہ
سرو گردد گر ازان حضرت نظر یابد گیاہ

مثل او سلطان نباید در جہان وین بحث را
هر کجا دعوی کنم از من نخواهد کس گواہ

چشم بد دور از جنابش باد و جاہ تا ابد
دولتش باقی و جہان محکوم و یاری دہ الہ

(قطعہ ۲۷)

بہ مناسبت قرض خود گفتہ

وای بر من کہ روز و شب شدہ‌ام   دائما همنشین و همدم قرض
مدتے گرد هر کسے گشتم   تو کہ آرم بہ دست مرهم قرض
آخرالامر هیچ کس نکشاد   پای جانم ز بند محکم قرض
یک دوستے نیافتم جایے   کہ مرا وارهاند از غم قرض

(قطعہ ۲۸)

در مدح سلطان ابواسحق اینجو

اے دوش چرخ غاشیہ گردان جاہ تو
خورشید در حمایت پرِ کلاہ تو

شاہ جہان سکندر ثانی جمال دین
اے برتر از شہان جہان دستگاہ تو

تا چشم دشمنان شود از بیم او سپید
سر بر فراخت پرچم گیسوسیاہ تو

در دعویِ سعادت دنیا و آخرت
نزدیک عقل داد و کرم بس گواہ تو

در معرضے کہ جیش تو بر خصم چیرہ شد
خورشید تیرہ گشت ز گرد سپاہ تو

تو جان عالمی و علی خلق جان جان
تو در پناہ خالق و او در پناہ تو

تا در پے ہم اند شب و روز و ماہ و سال
بادا خجستہ روز و شب و سال و ماہ تو

(قطعہ ۲۹)

در مدح سلطان امیر شیخ ابواسحق اینجو

رسید رایت منصور شاہ بندہ‌نواز
بہ خرّمی و سعادت بہ خطّۂ شیراز

جہان‌کشاے جوان‌بخت شیخ ابو اسحق
خدایگان مخالف‌کش موافق‌ساز

شمار جیش سپاهش ستاره را مانند
سپهر قبهٔ چترش سپهر را دمساز

کشاده دولت او کشوری به یک حرکت
گرفته باز شکوهش جهان به یک پرواز

یقین شناس کز ایام دولت او را
هنوز صبح سعادت دمی کند آغاز

کجاست حاسد بدبخت گو بپیچ و بسوز
کجاست بندهٔ مخلص بگو بیا و بناز

به کامرانیش چندان نه زندگانی بود
که حصر آن بکند کس به عمرهای دراز

(قطعه ۳۰)

در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابواسحق

ای بر در تو دولت و اقبال پاسبان
وی خاک آستانهٔ تو کعبهٔ امان

هرکس که همچو حلقه برون در ملازم است
او را اسیر و حلقه‌بگوش اند انس و جان

وان کس که بر در تو نگردد کلیددار
در تخته‌بند مانده بود چون کلیددان

خرم دری که باز شود هر سحرگهی
بر طلعت خجستهٔ سلطان کامران

خورشید ملک سایهٔ یزدان جمال دین
دارای دهر خسرو گیتی جم زمان

شاهی که اطلس تتق زرنگار چرخ
مانند پرده می‌نهدش سر بر آستان

بادا همیشه بر در دولتسرای او
تائید و بخت و دولت و اقبال را قران

(قطعه ۳۱)

در تهنیت تولد فرزند خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

صاحبقران و صاحب دیوان عمید ملک
ای آن که هرچه کرد ضمیرت صواب کرد

ای خواجهٔ که نافذ تقدیر در ازل
ذات ترا ز جملهٔ جهان انتخاب کرد

وی سروری که هر نفس از خاک درگهت
گردون هزار فتح و ظفر فتحیاب کرد

هر کو نهاد گردن طاعت به امر تو
نامش زمانه خسرو مالک‌رقاب کرد

وان کو چو آستانه مقیم درت نشد
سیلاب فتنه خانهٔ عمرش خراب کرد

یکباره جور و فتنه عنان از جهان بتافت
تا صیت عدل و داد تو پا در رکاب کرد

هر منصبی کز آصف و جم یادگار ماند
بازوی تو به تیغ و قلم اکتساب کرد

تیغ عدوشکار تو گوئی چو جوهری است
کز وی به روز معرکه بحر اضطراب کرد

زخمش چه معجزی است که سرها به باد داد
برقش چه آتشی است که جانها کباب کرد

هرگز در سوال درآمد به پیش تو
کلک تو از کرم به عطایش جواب کرد

شام طلوع اختر سعدے شد جهان
چون فتح و نصر روے به عالی جناب کرد

چون ماه شد به منظر زیبا نهاد روے
چون جرم خور به برج حمل انقلاب کرد

دولت عزیز ملک ز جودش نقشے نهد
اقبال نیک بخت جهانش خطاب کرد

در باغ ملک تازه گل خرمی شگفت
تا او چو غنچه روے برون از نقاب کرد

آن لحظه کو عزیمت ملک ظهور ساخت
دولت دواسپه پیشتر از وے شتاب کرد

تا بر سرش نثار کند دست روزگار
پر حقهٔ سپهر ز در خوشاب کرد

شد قدر آفتاب ز همنامیش بلند
زین روے چرخ تهنیت آفتاب کرد

در سایهٔ تو تا به ابد کامگار باد
خود بخت نیک در ازلش کامیاب کرد

جاوید باد دولت و عمر تو وین دعا
ایزد به فضل و رحمت خود مستجاب کرد

(قطعه ۳۲)

در مدح خواجه رکن الدین عمید الملک وزیر

اے جوان بخت وزیرے که کند افسر سر
خاک پایت چو بدین گنبد خضرا برسد

جان هر خسته ز [illegible]

دل هرکس ز عطایت به تمنّا برسد

ملک را چون تو عمیدے چو خدا روزی کرد
رکن اسلام ز نام تو به اعلیٰ برسد

خسروا بندۂ از کرمت دارد چشم
کش ز یمن نظرت کار به بالا برسد

گر بود مصلحت احوال دعاگو با شه
عرضه فرمای چو رایات به بیضا برسد

بیتکے چند ز اشعار کسان دارم یاد
وزن آن شاید اگر زان که به آنجا برسد

آن که او هست درین دور نهال و خرسند
حرص گیرد چو به آن حضرت والا برسد

آرے از چاه بجز آب توقّع نکنند
باز گوهر طلبد هر که به دریا برسد

تا ابد کام روا باشی که خدمت را خود
تا نظر باز کند مرگ مفاجا برسد

مدّت عمر تو چندان که بپاید صد بار
جرم خورشید جهانگرد به جوزا برسد

(قطعه ۳۳)

در مدح سلطان جمال‌الدین امیر شیخ ابو اسحق اینجو ابن امیر محمود شاه والی شیراز :

سنه ۷۳۶ ه تا سنه ۷۵۴ ه

خجسته بارگه پادشاه هفت اقلیم
مقرّ جاه و جلال است و جاے ناز و نعیم

به شکل شمسهٔ او آفتاب با تمکین
به وضع رفعت او آسمان با تعظیم

فضای حضرت او دلگشا چو صحن چمن
هوای خرم او جانفزا چو بوی نسیم

بر آستانهٔ او عقل و روح جسته مقام
بر آستانهٔ این فتح و نصر گشته مقیم

طوافگاه حریم جهان مقیم درش
چو قبله‌گاه جهانی مقام ابراهیم

رسید کنگرهای بلند او جایی
که قاصر است ازو وهم دوربین حکیم

شده چو عقل مجرّد ز نکبات ایمن
شده چو روح مقدّس ز حادثات سلیم

نشسته خسرو روی زمین به کام درو
گرفته جام شراب و گشاده دست کریم

جمال دنیا و دین شیرمرد شاه شجاع
که هست چاکر او آفتاب و ماه ندیم

صریر کلکش چون ابر بر جهان فائض
ضمیر پاکش بر خلق چون خدای رحیم

خداش در همه حالی معین و حافظ باد
به حقّ احمد مرسل به حقّ نوح و کلیم

(قطعه ۸ ۳۴)

در مدح خواجه رکن‌الدین عمیدالملک وزیر

دردین مقام فرحبخش و جای روح‌افزای
بخواه باده و بر دل ره طرب بگشای

به عیش کوش و حیات دوروزه فرصت دان
چو برق می‌گذرد عمر کاهلی منمای

به دستگیری ساغر خلاص شاید یافت
ز جور و بیم زمین گرد آسمان پیمای

به پای مردی گلگون می توان رستن
ز دست حادثهٔ روزگار محنت‌زای

بیار مطرب و می برشکن ز توبه و زهد
که توبه هست جگرکاه و زهد جان‌فرسای

منم که با عمل و قول چنگ بیزارم
ز قول بیعمل شیخگان هرزه‌درای

طریق زهد نه راهی است گرد زهد مگرد
حدیث توبه نه کاری است ٬ زان سخن بزآی

شراب خواه به بزم خدایگان جهان
به کام عیش و طرب راه عمر می‌پیمای

جهان فضل و کرم رکن دین عمیدالملک
که باد تا به ابد در پناه لطف خدای

فروغ رایش چون آفتاب عالمگیر
اساس جاهش مانند قطب پابرجای

(قطعه ۳۵)

به تهنیت و دعای سلطان جمال‌الدین ابواسحق اینجو والی شیراز به مناسبت تعمیر قصر شاهی گفته

به فیروزی درین قصر همایون
که بادا تا به نفخ صور معمور

که دل را ذوق بخشد دیده را نور

جمال ملک و دین شاه جوان‌بخت
که باد از تاج و تختش چشم بد دور

صریر کلک او را دهر محکوم
بقا و امر او را چرخ مامور

مدامش بخت بر اعدا مظفر
همیشه رایت عالیش منصور

(قطعه ۳۶)

فی الموعظت

نماند هیچ کریمی که پای خاطر من
ز بند حادثهٔ روزگار بکشاید

خیال بود مرا کان غرض که مقصود است
حصول آن غرض از شهریار بکشاید

بدان هوس بر سلطان کامران رفتم
که از عطای ویم کار و بار بکشاید

ز پیش شاه و وزیرم دری کشاده نشد
مگر ز غیب دری کردگار بکشاید

عبید حاجت ازان در طلب که درگه او
اگر ببندد یک در هزار بکشاید

(قطعه ۳۷)

ظریفانه

دیگر به اهل و اولاد ای دل مکش ملامه
در شهر خویش بنشین بالخیر والسلامه

آن قوم بیکرم را یک بار آزمودی
من جرّب المجرّب حلّة بة النّدامة

(قطعہ ۳۸)

ظریفانہ

در علم حساب از زانک رای تو تبہ باشد
بر کس چہ نہی تہمت کس را چہ گنہ باشد

سہو است ترا ای جان اندیشہ ازین بہ کن
" نون " را صدوشش خوانی لیکن چل و دہ باشد

(قطعہ ۳۹)

ظریفانہ

چون درین دنیا عزیزم داشتی یارب بہ لطف
وز بسی نعمت نہادی بر من مسکین سپاس

اندر آن دنیا عزیزم دار زیرا گفتہ اند
خوش نباشد جامہ نیمی اطلس و نیمی پلاس

(قطعہ ۳۰)

در وصف قلعۂ دارالامان

حریم قلعۂ دارالامان کہ در عالم
چو اسمان بہ بلندیش نیست ہمتایی

بہ نسبت من و با استری کہ من دارم
بہ راستی کہ بلایی است آن نہ بالایی

(قطعہ ۳۱)

ظریفانہ

طبعم بہ نماز و روزہ چون مائل شد
گفتم کہ نجات کُلّیم حاصل شد

افسوس کہ آن وضو بہ تیزی بشکست
وان روزہ بہ نیم جرعۂ می باطل شد

(قطعہ ۳۲)

در هجو گوید

آن کیست کہ باز پیش ما می‌آید
چون ماش نخوانیم چرا می‌آید

این تودۂ وحشت از کجا می‌خندد
وین وضع مکرّر از کجا می‌آید

(قطعہ ۳۳)

ظریفانہ

دی پیر مغان گفت کہ صهبا می‌خور
با دلبر گلچهرۂ رعنا می‌خور

پندم نشنیدی اینک آمد رمضان
امروز بخور حسرت فردا می خور

(قطعہ ۳۴)

در هجو خواجہ فاضل طبیب گوید

امروز خواجہ فاضل ما در معالجت
انصاف، سخت زیرک و دانا و کامل است

هر گور تازہ کہ ببینی درین دیار
بر وے نویس کین عمل خواجہ فاضل است

(قطعہ ۳۵)

در هجو

از چشمۂ خضر جام سنگی بہتر
وز وعظ خطیب قول چنگی بہتر

تیرے کہ ز زندگان بہ مستی بجهد
از سبلت شیخگان بنگی بہتر

(قطعہ ۳۶)

در شوخی و ظرافت

دی ما و مے و مطرب و بزم آرایے
و امروز گرسنگیِ جان‌فرسایے

زهد از پے فاسقی زهے بیشرمی
در موسم گل روزہ زهے سودایے

التضمینات والقطعات

(قطعہ ۳۷)

ظریفانہ

تهمتے در شهر بر من بستہ اند
کان نشاید فی‌المثل گر خر کند

کز مے و معشوق باز آمد عبید
او ازینها ظاهرا کمتر کند

(قطعه ۴۸)

ظریفانه

شرابخوارم و نرّاد و رند و شاهدباز
مرا ز دست هنرهاے خویشتن فریاد

ز ننگ توبه و تسبیح خویش در رنجم
که هر یکے به دگرگونه داردم ناشاد

(قطعه ۴۹)

در نامساعدت بخت

عجب بمانده ام از بخت نامساعد خویش
که هیچ بهره ندارم ز شاه و میر و وزیر

به فسق و رندی و قلّاشی از که ام کمتر
هنر مگیر و فصاحت مگیر و شعر مگیر

(قطعه ۵۰)

عاشقانه

چه تفاوت کند ار زان که بهائی بر ما
بامدادان که تفاوت نکند لیل و نهار

دست در دامن من زن که ازین پس شب و روز
خوش بود دامن صحرا و تماشاے بهار

(قطعه ۵۱)

ظریفانه

پس از روزه مے خور چو دیدی هلال
که خوش گفت آن مرد فرخنده فال

یکی شربت آب از پس بدسگال
بود خوشتر از عمر هفتاد سال

(قطعه ۵۲)

در شوخی و ظرافت

در خانهٔ من ز دیگ و بد چیزی نیست
جز بنگی و پارهٔ نمد چیزی نیست

از هرچه پزند، نیست غیر از سود
وز هرچه خورند جز لند چیزی نیست

(قطعه ۵۳)

رندانه

زین صومعه که جای تزویر و ریاست
بیزار شدم راه خرابات کجاست

از صحبت بنگ و بنگیم دل بگرفت
کو می که حریف و همدم کهنهٔ ماست

(قطعه ۵۴)

در افلاس خویش

از زحمت تنگدستی و شدت برد
در خانهٔ ما نه خواب یابی و نه خورد

در تابه و صحن و کاسه و کوزهٔ ما
نی چرب و نه شیرین و نه گرم است و نه سرد

(قطعہ ۵۵)

رندانہ

تا بتوانی مے مصفّٰ می‌خور
با دوست بہ رغم دل اعدا می‌خور

مندیش کہ فردا رمضان است ' امروز
مے می‌خور و فردا غم فردا می‌خور

(قطعہ ۵٦)

ظریفانہ

دل‌خستہ ہمیشہ از زن و فرزندم
یارب کہ دریں بند بلا مپسندم

گر روزے ازیں بند خلاصے یابم
اے بس کہ بہ ریش کدخدایان خندم

(قطعہ ۵۷)

ظریفانہ

تا در خم ایں طاق دورنگی باشی
آن بہ کہ حریف مے و چنگی باشی

ور عمر عزیز خود مرصّع خواہی
باید کہ ہمیشہ مست و بنگی باشی

(قطعه ۵۸)

در ناقدری روزگار

در علم و هنر چو من مشو صاحب فن
تا نزد عزیزان نشوی خوار چو من

خواهی که شوی قبول ارباب زمن
کنک آور و کنگری کن و کندره زن

(قطعه ۵۹)

در بیقدری علم و هنر

ای خواجه مکن تا بتوانی طلب علم
کاندر طلب راتب هرروزه بمانی

رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز
تا داد خود از کهتر و مهتر بستانی

فی الغزلیات

(غزل ۱)

خوشا کسی که ز عشقش دمی رهائی نیست
غمش ز رندی و میلش به پارسائی نیست

دل رمیدهٔ شوریدگان سودائی
شکسته ایست که در بند مومیائی نیست

ز ملک دنیا و عقبی فراغتی دارد
خدا شناس که با خلقش آشنائی نیست

غلام همّت درویش قانعم کو را
سر بزرگی و سودای پارسائی نیست

مراد خود مطلب هر زمان ز حضرت حق
که بر در کرمش حاجت گدائی نیست

به کنج عزلت ازان روی گشته ام خرسند
که دیگرم هوس صحبت ریائی نیست

قلندر است مجرّد عبید زاکانی
حریف خواجگی و مرد کدخدائی نیست

(غزل ۲)

دلم ز عشق تبرّا نمی‌تواند کرد
صبوری از رخ زیبا نمی‌تواند کرد

چه محنتی و چه رنجی است عاشقی کو را
طبیب هیچ مداوا نمی‌تواند کرد

غم از درون دل من برون نمی‌آید
که ترک مسکن و ماوا نمی‌تواند کرد

به روے خوب مرا دیده روشن است و دلے
به هیچ وجه مهیّا نمی‌تواند کرد

برفت دوش خیالش ز چشم من چه کند
مقام بر لب دریا نمی‌تواند کرد

به صبر کام توان یافتن ولیک چه سود
چو صبر در دل ما جا نمی‌تواند کرد

عبید گه گهے از بهر مصلحت می‌گفت
که توبه می‌کند امّا نمی‌تواند کرد

(غزل ۳)

می‌کند شیفتهٔ زلف تو دیوانه مرا
می‌کشد نرگس مست تو به میخانه مرا

خرّم و شاد بُدم تا غم عشقت ناگاه
از کجا یافت درین گوشهٔ ویرانه مرا

هوس درِّ بناگوش تو دارد دل من
قطرهٔ اشک ازان است چو دردانه مرا

دولتے دارم اگر در نظر شمع رخت
کشته و سوخته یابند چو پروانه مرا

چاره آن است که دیوانگیے بیش آرم
تا فراموش کند واعظ فرزانه مرا

درد سر می‌دهد این واعظ و می‌پندارد
کالتفاتے است بدان بیهده افسانه مرا

از مے مهر تو تا مست شدم همچو عبید
نیست در سر هوس ساغر و پیمانه مرا

(غزل ۳)

ما سریر سلطنت از بینوائی یافتیم
لذّت رندی ز ترک پارسائی یافتیم

سالها دریوزه کردیم از در صاحبدلان
مایهٔ این پادشاهی از گدائی یافتیم

پرتو شمع تجلّی بر دل ما شعله زد
این همه نور و صفا زان روشنائی یافتیم

همّت ما از سر صورت‌پرستی درگذشت
لاجرم در ملک معنی پادشائی یافتیم

صحبت میخوارگان از خاطر ما محو کرد
آن کدورتها که از زهد ریائی یافتیم

پیش ازین در سر غرور سرفرازی داشتیم
ترک سر کردیم و زان زحمت رهائی یافتیم

گرچه آسیب فلک بشکست ما را چون عجب
از درون‌هاے بزرگان مومیائی یافتیم

(غزل ٥)

دوشم غم تو ملک سویدا گرفته بود
دودم ز سینه راه ثریاّ گرفته بود

جان ز آرزوے لعل تو در تنگ آمده
دل را ز شوق زلف تو سودا گرفته بود

می‌دید شمع در من و می‌سوخت تا به روز
زان آتشے که در من شیدا گرفته بود

از دیده‌ام خیال تو محروم باز گشت
کاطراف خانه اش همه دریا گرفته بود

می‌خواست خرّمی که کند در دلم وطن
تا او رسید لشکر غم جا گرفته بود

صبر از برم رسید و مرا بیقرار کرد
گوئی مگر که خاطرش از ما گرفته بود

مسکین عبید را غم عشقت بکشت ازانک
او را غریب دیده و تنها گرفته بود

(غزل ۶)

دلدار را ز تیر ملامت گزند نیست
دیوانه را طریقهٔ عادت پسند نیست

از درد ما چه فکر و ز احوال ما چه باک
او را که دل مقیّد و پا در کمند نیست

فرهاد را که با لب شیرین تعلّق است
رغبت به نوشدارو و حاجت به قند نیست

هرجا که آتش غم دلدار شعله زد
جان بر فشان ز شوق که حال سپند نیست

جان کیست مایهٔ غم رندی و عاشقی
این شیوه کار مدّعیان نوند نیست

بس کن عبید با دل سرگشته داوری
بیچاره را نصیحت ما سودمند نیست

(غزل ۷)

از ما به ناز می‌گذرد دلربای ما
بیگانه‌وار می‌گذرد آشنای ما

بی جرم دوست دست ز ما در کشیده باز
تا خود چه گفت دشمن ما در قفای ما

با هیچ کس شکایت جورش نمی‌کنم
ترسم به گفت و گو کشد این ماجرای ما

ما دل به درد هجر ضروری نهاده ایم
زیرا که فارغ است طبیب از دوای ما

هر دم ز شوق حلقهٔ زنجیر زلف او
دیوانه می‌شود دل آشفته رای ما

بر کوه اگر گذر کند این آه آتشین
بیشک بسوزدش دل سنگین برای ما

شاید که خون دیده بریزی عبید زانک
او می‌کند همیشه خرابی برای ما

(غزل ۸)

ز من مپرس که بر من چه حال می‌گذرد
چو روز وصل تو ام در خیال می‌گذرد

جهان برابر چشمم سیاه می‌گردد
چو در ضمیر من آن خطّ و خال می‌گذرد

خیال قدّ تو در چشم من سهی سروی است
که در حوالیش آب زلال می‌گذرد

اگر هلاک خودم آرزوست منع مکن
مرا که عمر چنین از ملال می‌گذرد

ز بوی زلف تو ام روح تازه می‌گردد
سپیده دم که نسیم شمال می‌گذرد

من و وصال تو، این آرزو نگر، هیهات
که بر دماغ چه فکر محال می‌گذرد

غلام و چاکر رویی چو ماه تست عبید
وزین حدیث بسی سال و ماه می‌گذرد

(غزل ۱۱)

با ما نکرد آن بت ترسا صفا هنوز
آخر نشد میانهٔ ما ماجرا هنوز

ما خستگان در آتش جورش بسوختیم
وان شوخ دیده سیر نگشت از جفا هنوز

بعد از هزار درد که بر جان ما نهاد
رحمت نکرد بر دل مسکین ما هنوز

از کوے دوست بیخود و سرگشته می‌رویم
دل‌خسته باز مانده و چشم از قفا هنوز

بوسے است خون‌بهاے من و لعل او مرا
صد بار کشت و می‌ندهد خونبها هنوز

دل در شکنج طرّهٔ پر پیچ و تاب او
ماندست در کشاکش دام بلا هنوز

مسکین عبید در غم عشقش ز جان و دل
بیگانه گشت و یار نشد آشنا هنوز

(غزل ۱۲)

جوقے قلندرانیم بر ما قلم نباشد
بود و نبود ما را باک از عدم نباشد

سلطان وقت خویشیم گرچه ز روے ظاهر
لشکرکشان ما را طبل و علم نباشد

مشتے مجرّدانیم بر فقر دل نهاده
گر هیچ ما نباشد از هیچ غم نباشد

در دست و کیسهٔ ما دینار کس نیرزد
بر سکّهٔ دل ما نقش درم نباشد

جان در مراد یابی در حلقهٔ که ماییم
رندان بینوا را نیل نعم نباشد

چون ما به هیچ حالی آزار کس نخواهیم
آزار خاطر ما شرط کرم نباشد

در راه پاکبازان گو لاف فقر کم زن
همچون عبید هرگو صاحب‌قدم نباشد

(غزل ۱۳)

باز در میکده سرحلقهٔ رندان شده ام
باز در کوی مغان بی سر و سامان شده ام

نه به مسجد بودم راه نه در میکده جا
من سرگشته درین واقعه حیران شده ام

بر من خستهٔ بیچاره ببخشید که من
مبتلای دل شوریدهٔ نادان شده ام

رغبتم سوی بتان است ولیکن دو سه روز
از پی مصلحتی چند مسلمان شده ام

بارها از سر جهلی که مرا بود به سهو
کرده ام توبه و در حال پشیمان شده ام

زاهدان از می و معشوق مرا منع کنند
بهر آن است که من منکر ایشان شده ام

گفت رهبان که عبید از پی سالوس مرو
زین سخن معتقد مذهب ایشان شده ام

(غزل ۱۴)

جفا مکن که جفا رسم دلربائی نیست
جدا مشو که مرا طاقت جدائی نیست

مدام آتش شوق تو در درون من است
چنان که یکدم ازان آتشم رهائی نیست

وفا نمودن و برگشتن و جفا کردن
طریق یاری و آیین دلربائی نیست

ز عکس چهرهٔ خود چشم ما منوّر کن
که دیده را جز ازان وجه روشنائی نیست

من از تو بوسه تمنّا کجا توانم کرد
چو گرد کوے تو ام زهرهٔ گدائی نیست

به سعی دولت وصلت نمی‌شود حاصل
محقّق است که دولت جز از عطائی نیست

عبید پیش کسانے که عشق می‌ورزند
شب وصال کم از روز پادشائی نیست

(غزل ۱۵)

شوریده کرد شیوهٔ آن نازنین مرا
عشقش خلاص داد ز دنیا و دین مرا

غم همنشین من شد و من همنشین غم
تا خود چها رسد ز چنین همنشین مرا

زینسان که آتش دل من شعله می‌زند
تا کے بسوزد این نفس آتشین مرا

اے دوستان نمی‌دهد آن زلف بیقرار
تا یک زمان قرار بود بر زمین مرا

از دور دیدمش خردم گفت دور ازو
دیوانه می‌کند خرد دوربین مرا

گر سایه بر سر افگندم وصل او دمے
خورشید بنده گردد و مه خوشه‌چین مرا

تا چون عبید بر سر کویش مجاورم
هیچ التفات نیست به خلد برین مرا

(غزل ۱۶)

مرا دلی است به ره عافیت رها کرده
وجود خود هدف ناوک بلا کرده

ز جور چرخ ستم دیده و دعا گفته
ز روی یار جفا دیده و صفا کرده

به کار خویش فرو رفته مبتلا گشته
به درد عشق مرا نیز مبتلا کرده

هر آنچه داشته از هوش و عقل و دانش و دین
ز دست داده و سر در سر هوا کرده

گهی ز بیخردی آبروی خود برده
گهی ز بیخبری قصد جان ما کرده

به قول و عهد بتان تکیه کرده از سر جهل
خیال باطل و اندیشهٔ خطا کرده

عبید را به غریبی فگنده از مسکن
ز دوستان و عزیزان خود جدا کرده

(غزل ۱۷)

هرگز کسی به خوبی چون یار ما نباشد
مه را نظیر رویش گفتن روا نباشد

مویی چنان خمیده چشمی چنان کشیده
در چین به دست ناید اندر خطا نباشد

با او همیشه ما را جز لابه در نگیرد
با ما همیشه او را جز ماجرا نباشد

گر حال ما نپرسد عیبش مکن که هرگز
سودای پادشاهی حدِّ گدا نباشد

(غزل ۱۸)

دوش لعلت نفسی خاطر ما خوش می‌کرد
دیده می‌دید جمال تو و دل غش می‌کرد

روی زیبای تو با ماه یکایک می‌زد
سر گیسوی تو با باد کشاکش می‌کرد

سنبل زلف تو هر لحظه پریشان می‌شد
خاطر خستهٔ عشّاق مشوّش می‌کرد

زان که آن حلقه ابر گوشهٔ مه می‌افتاد
دل مسکین مرا نعل در آتش می‌کرد

تیر بر سینه ام آن غمزهٔ فتّان می‌زد
قصد خون دلم آن عارض مهوش می‌کرد

از خط و خال و بنا گوش و لب و چشم و رخت
هرکه یک بوسه طمع داشت غلط شش می‌کرد

پیش نقش رخ تو دیدهٔ خونریز عبید
صفحهٔ چهره به خونابه منقّش می‌کرد

(غزل ۱۹)

ای عاشقان رویت بر مهر دل نهاده
زنجیریان مویت سرها به باد داده

جان را به بوی مستان چشم خوشت کشیده
وز بند غصّه دل را ابروی تو کشاده

با عشق جان ما را سوزی است در گرفته
با اشک چشم ما را کاری است افتاده

در وصف آن زنخدان من ساده دل چه گویم
یارب چه لطف دارد آن نازنین ساده

با چشم نیم مستش وسمه نهد در ابرو
دل چون خلاص یابد زان مست واشهاده

ما را ز ننگ هستی چیزی نمی رهاند
صوفی مباش منکر کز باد نیست باده

بخت عبید و وصلش آن دولتم نباشد
در خواب کاش بیند چشمم ره سعاده

(غزل ۲۰)

باز فگند در چمن بلبل مست غلغله
گشت ز جنبش صبا دختر شاخ حامله

عطرفروش ما چرا لحظه به لحظه می‌رسد
چون ره صبح وا شده از ره غیب قافله

مست شدست گوئیا کز سر ذوق می‌نهد
خرقه و خرده درمیان غنچهٔ تنگ حوصله

نافه کشاده و صبا ، غالیه‌سا نسیم گل
وه که چه نازنین بود گلرخ عنبرین کله

مست شبانه در چمن جلوه کنان چو شاخ گل
گوش به بلبل سحر خواسته جام و بلبله *

اے بت نازنین من دور مشو ز پیش ما
خوش نبود میان ما فصل بهار فاصله

بوسه که وعده کردهٔ ، می‌ندهی و بنده را
در ره انتظار شد پاے امید آبله

ما و شراب و نای و نی ، صوفی و کنج صومعه
مهر کجا و ماه کش طور کجا و مشعله

روز جوانی است و گل خیز عبید و عیش کن
دور فلک چو با کسی می نکند مساهله

(غزل ۲۱)

وصل جانان بایدم جان گو مباش
در جهان جز فکر جانان گو مباش

ساکن خلوت‌سرای انس را
گلشن و ایوان و بستان گو مباش

ما کجا اسباب دنیا از کجا
مور را ملک سلیمان گو مباش

چون ز یزدان هرچه خواهی می‌دهد
خلعت و انعام سلطان گو مباش

ما گدایانیم ما را چون عبید
مال و جاه و حکم و فرمان گو مباش

(غزل ۲۲)

سنبلی که عذارت بر ارغوان انداخت
مرا ز بیخودی آواره در جهان انداخت

ز شرح زلف تو مویی هنوز نا گفته
دلم هزار گره بر سر زبان انداخت

دهان تو صفتی از حقیقتم می‌گفت
مرا ز هستی خود نیک در گمان انداخت

کمان ابروی پیوسته می‌کشی تا گوش
بدان امید که صیدی کجا توان انداخت

ز دلفریبی مویت سخن دراز کشید
لب تو نکتهٔ باریک درمیان انداخت

عجب مدار که در دور روے و ابرو تست
سپهر فگنده مه از عجز تا کمان انداخت

ز سرّ عشق هرآنچه عبید پنهان کرد
سرشک جمله در افواه مردمان انداخت

غزل ۲۳

مرا ز وصل تو حاصل بجز تمنّا نیست
خیال زلف تو بستن خلاف سودا نیست

بسے بگفتمت اے دوست هست راے منت
دهان ز شرم فروبستهٔ همانا نیست

هزار بوسه ز لب وعده کردهٔ و یکے
نمی دهی و مرا وعدهٔ تقاضا نیست

چو دور دور رخ تست خاطرے دریاب
که کار بوالعجبیهاے دهر پیدا نیست

ز میهمان وصالت چه شرمسارم ازان
خراب چشم و کباب جگر مهیّا نیست

به لطف گفتی کز ما دریغ داری جان
مگو مگوے خدا را عبید ازینها نیست

(غزل ۲۴)

لعل شیرینش چو خندان می شود
در جهان شیرینی ارزان می شود

قدّ او هرگه که جولان می‌کند
گوئیا سروے خرامان می‌شود

پرتو رویش چو می‌تابد ز دور
آفتاب از شرم پنهان می‌شود

قصهٔ زلفش نمی‌گویم به کس
زان که خاطرها پریشان می‌شود

من نه تنها می‌شوم حیران او
هرکه او را دیده حیران می‌شود

ارچه می‌گوید که بنوازم ترا
تا نگه کردی پشیمان می‌شود

بر عبید از درم می‌گردد دلت
کارهای سختش آسان می‌شود

هرکرا شاهی عالم آرزو است
بندهٔ درگاه سلطان می‌شود

شاه اویس آن خسرو دریادلی
کآفتابش بنده‌فرمان می‌شود

خسروی کز کلک گوهربار او
کار بی سامان به سامان می‌شود

(غزل ۲۵)

دگر برون شدنم زین دیار ممکن نیست
دگر غریبیم از کوی یار ممکن نیست

مرا ازان لب شیرین و زلف و عارض او
شکیب و طاقت و صبر و قرار ممکن نیست

دلا بکوش مگر دامنش به دست آری
که وصل بی طلب و انتظار ممکن نیست

من این که عشق نورزم مرا بسر نرود
من این که می نخورم در بهار ممکن نیست

دران دیار که ماییم حالیا زانجا
مسافران صبا را گذار ممکن نیست

عبید نیم غزل گاه گاه اگر بتوان
بگو که خوشتر ازین یادگار ممکن نیست

(غزل ۲۶)

کسی کجا که مرا مژدهٔ چمانه دهد
علی‌الصّباح به من بادهٔ شبانه دهد

ز دوستان و عزیزان که باشد آن که مرا
نشان به کوی مغان و دل مغانه دهد

خوشا کسی که چو رندان ز خانه وقت سحر
بدر گریزد و تن با شراب‌خانه دهد

غلام دولت آنم که هرچه بستاند
به شمع و شاهد و چنگ و دف و چغانه دهد

ز غم پناه به می بر که می به خاصیّت
نتیجهٔ عیش خوش و عمر جاودانه دهد

مرو به عشوهٔ زاهد ز ره که او دائم
فریب مردم نادان به این ترانه دهد

به اعتقاد شنو پند سودمند عبید
که او همیشه ترا پند عاقلانه دهد

(غزل ۲۷)

لطف تو از حد برون، حسن تو بی منتهاست
نیش تو نوش روان، درد تو درمان ماست

عشق تو بر تخت دل حاکم و کشورکشای
مهر تو در ملک جان والی و فرمان رواست

پرتو رخسار تو مایهٔ بدر منیر
چهرهٔ زیبای تو سایهٔ لطف خداست

نرگس فتّان تو لعبت مردم فریب
غمزهٔ غمّاز تو جادوی معجزنماست

از تو همه سرکشی وز طرف ما هنوز
روی امل بر زمین دست طمع بر دعاست

گر کشدت ای عبید سر بنه و دم مزن
عادت خوبان ستم چارهٔ عاشق وفاست

(غزل ۲۸)

گوئی آن یار که هردم به غمش تشنه تریم
با خبر نیست که ما از غم او بیخبریم

در خیال سر زلفش سر ما پر سوداست
وین خیالی است که ما از سر او در گذریم

با قد و زلف درازش نظری می‌بازیم
تا نگویند که ما مردم کوته نظریم

دل فگندست درین آتش سودا ما را
وه که از دست دل خویش چه خونین جگریم

عشق رنجی است که تدبیر نمی‌دانیمش
وصل گنجی است که ما راه به او می‌نبریم

جان ما وعدهٔ وصل است نه آن روح مجاز
تو مپندار که ما زنده به این مختصریم

آه و فریاد که از دست بشد کار عبید
یار آن نیست که گوید غم کارش بخوریم

(غزل ۲۹)

بدین صفت سر و چشمی و قد و بالایی
کسی ندید و نشان کس نمی‌دهد جایی

چنین شگوفه نخندد به هیچ بستانی
چنین بهار نیاید به هیچ صحرایی

ز زلف پست تو هر حلقهٔ و آشوبے
ز چشم مست تو هر گوشهٔ و غوغایے

کجا ز حال پریشان ما خبر دارد
کسے که با سر زلفت نپخت سوادیے

ز شوق پرتو رویت که شمع انجمن است
مرا به غیر چو پروانه نیست پروایے

خیال وصل تمنّا همی‌کنم در خواب
چه دلپذیر خیالے چه خوش تمنّایے

خرد به ترک تو ام راے زد ولیک عبید
خلاف پیش تو مردن نمی‌زند رایے

(غزل ۳۰)

در سر از سوز غم عشق تو غوغایے هست
در سویدایے دل از مهر تو سودایے هست

به سر و جان تو کز جان و سرے بیزارم
گر به جان خودم از شوق تو پروایے هست

طالب دولت وصلیم خدایا تو بده
هرکرا آرزوے هست و تمنّایے هست

کوے تو مجمع صاحب نظران است آرے
اجتماع مگس آنجاست که غوغایے هست

نرگس از غنچه برون آمد و اکنون در شهر
هر کسے را هوس باغے و صحرایے هست

عزم بستان کن و بر سرو و صنوبر بگذر
تا بدانند کزان به قد و بالایے هست

ره سوِ کعبهٔ مقصود ندانند عبید
هرکجا در طلبت بادیه پیمایے هست

هرگز دمی به گوش گدایان کوی شوق
از خوان پادشاه صلایی نمی‌رسد

گفتم گدای کوی تو ام گفت کای عبید
سلطانی این چنین به گدایی نمی‌رسد

(غزل ۳۳)

در وصف شهر شیراز

نسیم خاک مصلّا و آب رکناباد
غریب را وطن خویش می برد از یاد .

زهی خجسته مقامی و جانفزا ملکی
که باد خطّهٔ عالیش تا ابد آباد

به هر طرف که روی نغمه می‌کشد بلبل
به هر چمن که رسی جلوه می‌کند شمشاد

به هرکه می‌نگری شاهدی است چون شیرین
به هرکه برگذری عاشقی است چون فرهاد

درین دیار دلم شهربند دلداری است
که جان به طلعت او خرم است و خاطر شاد

سرم هوای وطن می‌زند ولیک دلم
ز بند زلف سیاهی نمی‌شود آزاد

ز جور سنبل کافرمزاج او افغان
ز دست نرگس جادوفریب او فریاد

غنیمت است غنیمت شمار فرصت عیش
که تن ضعیف‌نهاد است و عمر بی بنیاد

بگیر دامن یاری و هرچه خواهی کن
بنوش بادهٔ صافی و هرچه باداباد

به سوی باده و نی میل کن که می‌گویند
جهان بر آب نهادست و زندگی بر باد

خوش است نعمت و بار جهان ولی چو عبید
غلام خاطر آنم که دل بر او ننهاد

(غزل ۳۴)

ای خط و خال خوشت مایهٔ سودای ما
وی نفسی وصل تو اصل تمنای ما

چون که قدم می‌نهد شوق تو در ملک جان
صبر برون می‌رود از دل شیدای ما

چتر همایون عشق سایه چو بر ما فگند
راه خرابات پرس گر طلبی جای ما

از رخ زیبای خویش قبله‌گه عام را
کعبهٔ دیگر نهاد قبلهٔ ترسای ما

مردم لولی وشیم ما که و سجده کدام
راه عزیمت گرفت این دل یک رای ما

صوفی افسرده را زحمت ما گو مده
رو تو و محراب زهد ما و چلیپای ما

رطل گران را ز دست تا ننهی ای عبید
زان که دوان می‌رود عمر سبکپای ما

(غزل ۳۵)

دارم بتی به چهره چو صد ماه و آفتاب
نازکتر از گل تر وخوشبوتر از گلاب

رعناتر از شمائل نسرین میان باغ
دلزنده‌تر ز سرو سهی در کنار آب

در تاب غیرت از رخ او در چمن سمن
در خوی خجلت از لب او در قدح شراب

شکلی و صد شمائل و رویی و صد جمال
چشمی و صد کرشمه و لعلی و صد عتاب

خورشید در لعاب خجال نهان شود
از روی جانفزاش اگر بر فتد لعاب

در حلقه‌های زلفش جانهای ما اسیر
از چشمهای مستش دلهای ما خراب

فریاد ازان دو سنبل مشکین تابدار
زنهار ازان دو نرگس جادوی نیمخواب

هرگه که زانوی زند و باده دهد
من جان به باد بر دهم آن لحظه چون حباب

روزی که با من است من آن روز چون عبید
از عیش بهره‌مندم و از عمر کامیاب

(غزل ۳۶)

ترا که گفت که با ما وفا نشاید کرد
دروغ گفت ، چه باشد ، چرا نشاید کرد

غلام لعل لب تست جان شیرینم
چنین حکایت شیرین کجا نشاید کرد

به بوسه قصد لبت کردم از میان چشمت
به غمزه گفت نشاید بلا نشاید کرد

میان موی و میان تو نکته باریک است
دران میان سخن از لب رها نشاید کرد

هزار سال ز جان گر بهم جدا ماند
هنوز مهر تو از جان جدا نشاید کرد

حدیث درد دل مستمند و سینهٔ ریش
حکایتی است که در ساقی نشاید کرد

مگو عبید به جان با لبم مضائقه کرد
که این به مذهب اصحابنا نشاید کرد

(غزل ۳۷)

تا نقاب از روی شهرآرای جانان بر نخاست
از جهان مرد و زن آشوب و افغان بر نخاست

زمرهٔ ارباب دل آنجا که دلبر رخ نمود
مدعی خواندند آن را کز سر جان بر نخاست

هرکه در عهد ازل با عشق پیمان تازه کرد
تا قیامت از سر آن عهد و پیمان بر نخاست

خستگان را در سویدای دل از سودای او
تا نیفتاد آتشی دود از گریبان بر نخاست

بر سرم دامن‌کشان بگذشت و از بیدولتی
بخت خواب آلوده من از خواب حرمان بر نخاست

در حریم وصل هر موری چه داند راه برد
این سخن کاری است کز دست سلیمان بر نخاست

تا عبید از دیده هر دم اشک چون باران بریخت
سیل جویی کس ندید و موج طوفان بر نخاست

(غزل ۳۸)

نقش روی تو ام از پیش نظر می‌نرود
خاطر از کوی تو ام جای دگر می‌نرود

تا بدیدم لب شیرین تو دیگر زان روز
بر زبانم سخن شهد و شکر می‌نرود

عارض و زلف تو تا شیفته کردند مرا
هرگزم دل به گل و سنبل تر می‌نرود

مستی و عاشقی ار عیب بود گو می‌باش
در من این عیب قدیم است و بدر می‌نمی رود

دوستان از می و معشوق مداریدم باز
که مرا بی می و معشوق بسر می‌نرود

می‌فرستیم صبا را بە پیامی گه و گاه
می‌نیارد خبری باز مگر می‌نرود

غم عشقش ز دل خستهٔ بیچاره عبید
گوشهٔ دارد ازانجا بە سفر می‌نرود

(غزل ۲۹)

منم اسیر و پریشان ز یار خود محروم
غریب شهر کسان وز دیار خود محروم

بە درد و رنج فرومانده وز دوا نومید
نشسته در غم و از غمگسار خود محروم

گزیده صحبت بیگانگان و نااهلان
ز قوم و کشور وزاهل و تبار خود محروم

ز روزگار مرا نیست بهره جز حرمان
مباد هیچ کس از روزگار خود محروم

ز آه سینه بسوزم اگر شوم نفسی
ز موج این مژهٔ سیل‌بار خود محروم

ز هر بدی که بە من می‌رسد مگر زان است
که مانده‌ام ز خداوندگار خود محروم

امید هست عبید آن که عاقبت نشوم
ز لطف و رحمت پروردگار خود محروم

(غزل ۳۰)

ای ترک چشم مستت بیمارخانهٔ دل
زلف تو دام جانها خال تو دانهٔ دل

آنجا که ترک چشمت شَست بلا کشیده
تیر بلا نیاید جز بر نشانهٔ دل

خونابهٔ سرشکم ریزند مردم چشم
از آستانهٔ تو با آسمانهٔ دل

دل اوفتاده عاجز بر آستانهٔ تو
ما اوفتاده عاجز بر آستانهٔ دل

دارد عبید مسکین دائم هوای عشقت
هم درمیانهٔ جان هم درمیانهٔ دل

(غزل ۳۱)

زلفت به پریشانی دل برد به پیشانی
دل برد به پیشانی زلفت به پریشانی

گر زلف بیفشانی صد جانش فروبارد
صد جانش فروبارد گر زلف بیفشانی

یک لحظه به پنهانی گر وصل تو دریابم
گر وصل تو دریابم یک لحظه به پنهانی

صد بوسهٔ پاکانی از لعل تو بر یابم
از لعل تو بر یابم صد بوسهٔ پاکانی

آخر نه مسلمانی رحم آر بدین مسکین
رحم آر بدین مسکین آخر نه مسلمانی

می‌بینی و می‌دانی احوال عبید آخر
احوال عبید آخر می‌بینی و می‌دانی

(غزل ۳۲)

گرم عنایت او در به روی بگشاید
هزار دولتم از غیب روی بنماید

نظر به گلشن روحانیان نیندازم
سرم به پایهٔ کروبیان فرونآید

وگر به حال پریشان ما کند نظری
ز روی لطف بر احوال ما ببخشاید

به پیش خاطرم ار کائنات عرضه کنند
ز کبر دامن همّت بدان نیالاید

توان در آینهٔ جان جمال او دیدن
گرش به صیقل توفیق زنگ بزداید

ورم ز پیش براند به جور حکم اوراست
پسند دوست بود هرچه حکم فرماید

عبید را کرمش تا تو آصفی نکند
دلش ز غم نرهد خاطرش نیاساید

(غزل ۴۳)

دوش اشکم سر به جیحون می‌کشید
دل بدان زلفین شبگون می‌کشید

ناتوان شخص ضعیفم هر زمان
اشک ریزان نالهٔ چون می‌کشید

گاه اشکش سوی صحرا می‌دواند
گاه آهش سوی گردون می‌کشید

ناگهان خیلی خیالش بر سرم
لشکر از بهر شبیخون می‌کشید

دیدم آن چشم بلائین دمبدم
تا گریبان جامه در خون می‌کشید

آستین بر زد خیالش تا برون
رخت ازان دریا به هامون می‌کشید

غمزه‌اش تیری که می‌زد بر عبید
لعل او پیکانش بیرون می‌کشید

(غزل ۳۴)

زهی لعل لبت درج لآلی   مه روی ترا شب در حوالی

چو چشمت گشتم از بیمار شکلی   چو زلفت گشتم از آشفته حالی

حدیث زلف خود از چشم من پرس   سَلِ السَّهرانَ عَنْ طُولِ اللَّیالی

ز شوق قامتت مردم خدا را   ترحّم کن به من یا ذا المعالی

ز هجرت ناله می‌کردم خرد گفت
عبید از یار دوری چون بنالی

(غزل ۳۵)

دارد بسوی یاری مسکین دلم هوایی
زین شوخ دلفریبی زین شنگ جانفزایی

زین سرو خوشخرامی گل پیش او غلامی
مه پیش او اسیری شه پیش او گدایی

هر غمزه اش سنانی هر ابرویش کمانی
گیسوی او کمندی بالای او بلایی

ما را ز عشق رویش هر لحظهٔ فتوحی
ما را ز خاک کویش هر لحظهٔ صفایی

بگرفته عشق ما را ملک وجود و آن گه
عقل آمده که هستیم ما نیز کدخدایی

جان می‌فزاید الحق باد صبا سحرگه
مانا که هست با او بویی ز آشنایی

گفتم عبید گفتا نامش مبر که باشد
رندی قماربازی ، دزدی گریزپایی

(غزل ۳۶)

ترک سرمستم چو ساغر می‌گرفت
عالمی در شور و در شر می‌گرفت

عکس خورشید جمالش بر جهان
شعله می‌زد هفت کشور می‌گرفت

چون صبا بر چین زلفش می‌گذشت
بوستان در مشک و عنبر می‌گرفت

هر دمی از آه دودآسای من
آتشی در عود و مجمر می‌گرفت

بوسهٔ زو دل طلب می‌کرد لیک
این سخن با او کجا در می‌گرفت

قصهٔ دردش عبید از سوز دل
هر زمان می‌گفت و از سر می‌گرفت

(غزل ۳۷)

مبارک است نظر بر تو بامداد پگاه
چه نیکبخت کسی کش بروی تست نگاه

زهی طراوت رخ چشم بد ز روی تو دور
زهی حلاوت لب لا اله الا الله

خطاب سرو به قد تو خادم و عبید
حدیث گل بر روی تو عبده و فداه

به زلف پرشکنت رشتهٔ امید دراز
ز سرو ناز قدت دست آرزو کوتاه

کرشمه می‌کنی و عقل می‌شود حیران
به راه می‌روی و خلق می‌رود از راه

خوشا که زلف تو گیرم بخواب خوش هر شب
خوشا که روی تو بینم به کام دل هر ماه

به پیش قاضی عشّاق در قضیهٔ عشق
عبید را رخ زرد است و اشک سرخ گواه

(غزل ۳۸)

بکشت غمزهٔ آن شوخ بیگناه مرا
فگنده است زنخدان او به چاه مرا

غلام هندو خالش شدم ندانستم
کاسیر خویش کند زنگی سیاه مرا

دلم به جای و دماغم سلیم بود اوّل
ز راه رفتن او دل بشد ز راه مرا

هزار بار فتادم به دام دیده و دل
هنوز هیچ نمی‌باشد انتباه مرا

ز مهر او نتوانم که روی بر تابم
ز خاک گور اگر بر دمد گیاه مرا

ز شوق او چو بمیرم ز نو شوم زنده
اگر به چشم عنایت کند نگاه مرا

عبید از کرم یار بر مدار امّید
که لطف شامل او بس امیدگاه مرا

(غزل ۳۹)

ز حد گذشت جدائی ز حد گذشت جفا
بیا که موسم عیش است و آشتی و صفا

لبت بخون دل عاشقان خطی آورد
غبار چیست دگرباره درمیانهٔ ما

مرا دو چشم تو انداخت در بلای سیاه
و گرنه من که و مستی و عاشقی ز کجا

کسی کجا که ازان چشم ترک را پرسد
که عقل و هوش جهانی چرا کنی یغما

ز زلف و خال تو دل را خلاص ممکن نیست
که زنگیان سیاهش نمی‌کنند رها

دلم ز جعد تو سودائی و پریشان است
بلی همیشه پریشانی آورد سودا

عبید وصف میان و لب تو می‌گوید
ببین که فکر چه باریک و نازک است او را

(غزل ۵۰)

عزم کجا کردهٔ باز که برخاستی
موی به شانه زدی زلف بیاراستی

ماه چو روی تو دید گفت زهی نیکوئی
سرو چو قدّ تو دید گفت زهی راستی

آتش غوغای هجر چون بنشستی نشست
فتنهٔ آخر زمان خاست چو بر خاستی

دوش دران سرخوشی هوش ز ما در ربود
کاشکی می‌داشتی طور که می‌خواستی

پیش عبید آمدی مرده دلش زنده شد
باز چو بیرون شدی جان ویش کاستی

(غزل ۵۱)

مردیم و هیچ یار رعایت نمی‌کند
واحسرتا که بخت عنایت نمی‌کند

در پیش چشم او لب او می‌کشد مرا
وان شوخ چشم بین که حمایت نمی‌کند

چندان که عجز حال برو عرضه می‌کنم
در وی به هیچ نوع سرایت نمی‌کند

پیش کسی به شکر و شکایت چه دم زنم
کاندیشهٔ ز شکر و شکایت نمی‌کند

در حقّ بندگان نظر لطف گاه گاه
هم می‌کند ولیک به غایت نمی‌کند

تا گفته‌ام دهان تو هیچ است ازان زمان
با ما ز خشم هیچ حکایت نمی‌کند

بلبل صفت عبید به هر جا که می‌رسد
غیر از حدیث عشق روایت نمی‌کند

(غزل ۵۲)

رمید صبر و دل از من چو دلنواز برفت
چه چاره سازم ازین پس چو چاره ساز برفت

سوار گشته و عمدًا گرفته باز به دست
نمود روی به بیچارگان و باز برفت

به گریه چشمهٔ چشمم بریخت چندان خون
که کهنه خرقهٔ سالوسم از نماز برفت

جز از خیال رخ و زلف یار و قصّهٔ شوق
دگر ز خاطرم اندیشهٔ دراز برفت

ز منع خلق ازین پیش محترز بودم
کنون حدیث من از حدّ احتراز برفت

دریغ و درد که در هجر یار و غصّهٔ دهر
برفت عمر و حقیقت نه بر مجاز برفت

عبید چون جرست ناله سود می‌نکند
چو کاروان جرس جمله بی جواز برفت

(غزل ۵۳)

قصد این زلفین سرکش کرده ام
خاطر از سودا مشوّش کرده ام

در ره عشقش میان چشم و دل
منزل اندر آب و آتش کرده ام

از وصالش تا طمع ببریده ام
با خیالش وقت خود خوش کرده ام

از نسیم گلستان تا شمّهٔ
بوے او بشنیده ام غش کرده ام

کیش او بگرفته قربان گشته ام
تا نه پنداری که ترکش کرده ام

از دو لعلش وز دو ابرو و دو زلف
گر امان جویم غلط شش کرده ام

دل طلب کردم ز زلفش بانگ زد
کاے عبید اینجا فروکش کرده ام

(غزل ۵۴)

ز کوے یار زمانے کرانه نتوان کرد
جز آستانهٔ او آشیانه نتوان کرد

کسی که کعبهٔ جان دید بے گمان داند
که سجده‌گاه جز آن آستانه نتوان کرد

مرا به وعدهٔ فردا ز انتظار مکش
چو اعتماد بسے بر زمانه نتوان کرد

ترا که گفت که با کشتگان راه غمت
اشارتے به سر تازیانه نتوان کرد

به پیش زلف تو بر خاک بوسه خواهم داد
ز ترس دام سیه ترک دانه نتوان کرد

فسرده صوفی ما را که می‌برد پیغام
که ترک شاهد و چنگ و چغانه نتوان کرد

مرا به مجلس واعظ مخوان و پند مده
فریب من به فسون و فسانه نتوان کرد

بخواه باده و با یار عزم صحرا کن
چو گل به باغ رود رو به خانه نتوان کرد

مکن عبید ز مستی کران ز فصل بهار
که عیش خوش به چمن بی‌چمانه نتوان کرد

(غزل ۵۵)

بی روی یار صبر میسّر نمی‌شود
بی صورتش حیات مصوّر نمی‌شود

با او دمی وصال به صد لابه سالها
تقریر می‌کنم و مقرّر نمی‌شود

گفتم که بوسهٔ بربایم ز لعل او
مشکل سعادتی است که باور نمی‌شود

جز آن که سر ببازم و در پاش اوفتم
دستم به هیچ چارهٔ دیگر نمی‌شود

افسرده دل کسی که ز زنجیر زلف او
دیوانه می نگردد و کافر نمی‌شود

عشقش حکایتی است که از دل نمی‌رود
وصفش فسانه ایست که باور نمی‌شود

تا بوی زلف یار نمی‌آورد صبا
از بوی او دماغ معطّر نمی‌شود

ساقی بیار باده که یک لحظه عیش خوش
بی مطرب و پیاله و ساغر نمی‌شود

گفتی به صبر کار میسّر شود عبید
تدبیر چیست جان برادر نمی‌شود

(غزل ۵۶)

در این چنین سره فصلے و نوبہارے خوش
خوشا کسے کہ کند عیش با نگارے خوش

کنار جوے گزین گوش سوے بلبل دار
کنون کہ ہست بہ ہر گوشۂ کنارے خوش

گرت بہ دست فتد دامنے کہ مقصود است
بگیر دامن کوہے و لالہزارے خوش

بیا بہ وصل دمے روزگار ما خوش کن
بہ شکر آن کہ ترا ہست روزگارے خوش

بہ رغم مدّعیان در فراق او ہرکس
کہ پرسدم کہ خوشی ؟ گویمش کہ آرے خوش

مرا ز صحبت یارے گزیر ممکن نیست
ہزار جان عزیزم فدائے یارے خوش

دل عبید نگردد شکار غم پس ازین
گرش مدام میسّر شود چو این شکارے خوش

(غزل ۵۷)

ما را ز شوق یار بہ غیر التفات نیست
پرواے جان خویش و سر کائنات نیست

از پیش یار گر نفسے دور می‌شوم
ہر دم کہ می‌زنم ز حساب حیات نیست

در عاشقی خموشی و در ہجر صابری
این خود حکایتے است کہ در ممکنات نیست

رندی گزین که شیوهٔ ناموس و رنگ دلق
غیر از خیال باطل و جز ترّهات نیست

بگذار هرچه داری و بگذر، که مرد را
جز ترک توشه توشهٔ راه نجات نیست

از خود طلب هر آنچه طلب می‌کنی که یار
در تنگنای کعبه و در سومنات نیست

دریوزه کردم از لب دلدار بوسهٔ
گفتا برو عبید که وقت زکات نیست

(غزل ۵۸)

سیاه چردهٔ بتم را نمک ز حد بگذشت
عتاب او چو جفای فلک ز حد بگذشت

لطافت لب و دندان و مستی چشمش
چو میپرستی ما یک به یک ز حد بگذشت

به لابه گفتم کز حد گذشت جور رقیب
به طنز گفت که بی هیچ شک ز حد بگذشت

عبید را دل سنگینش امتحان می‌کرد
عیار دوستیش بر محک ز حد بگذشت

بنوش بادهٔ صافی ز دست کنگر خویش
که بیوفائی چرخ زندک * ز حد بگذشت

(غزل ۵۹)

خوش بود گر تو یار ما باشی   مونس روزگار ما باشی
روزکی همنشین ما گردی   شبکی در کنار ما باشی
ما همه بندگان حلقه به گوش   تو خداوندگار ما باشی

* زندک — زن ناشایسته، هرزه، فرومایه —

غم دگردد بہ گرد خاطر ما گر دمے غمگسار ما باشی
تا دل بیقرار ما باشد در دل بیقرار ما باشی
همچو سگ میدویم در پے تو بو کہ تاگہ شکار ما باشی

تا منم بندۂ تو ام چو عبید
تا توئی مہریار ما باشی

(غزل ٦٠)

هرگہ کہ شبے خود را در میکدہ اندازیم
صد فتنہ بر انگیزیم صد کیسہ بپردازیم

آن سرّ کہ دارد مے ، وان راز کہ گوید نے
ما مونس آن سرّیم ، ما محرم آن رازیم

هر نغمہ کہ پیش آرند ما با همہ در سوزیم
هر ساز کہ بنوازند ما با همہ در سازیم

زین پیش کسے بودیم امروز درین کشور
ما چِمری * بغدادیم ما بَکری † شیرازیم

گر حکم کند سلطان این بادہ بر اندازند
او بادہ بر اندازد ما بنگ بر اندازیم

آن روز کہ در محشر مردم همہ گرد آیند
ما با تو دران غوغا دزدیدہ نظر بازیم

بر یاد تو هر ساعت مانند عبید اکنون
بزمے دگر افروزیم عیشے دگر آغازیم

(غزل ٦١)

سعادت روے با دین تو دارد غنیمت خانۂ زین تو دارد
زهے دولت ، زهے طالع ، زهے بخت ! کہ شب نوش و عرق چین تو دارد

---

* چِمری ــ مردم آوارہ ، خرماهوہ.

† بَکری ــ مردم مست ، رندمنش .

چه مقبل هندوی کان خال رعناست   که مسکن لعل شیرین تو دارد

قبا گوئی چه نیکی کرده باشد   که در بر سرو سیمین تو دارد

صبا دنیا معطّر کرد گوئی   گذر بر زلف پرچین تو دارد

بسی دیدم پریرویان در آفاق   ندیدم کس که آیین تو دارد

به عالم هر کسی کیشی و دینی است
عبید بینوا دین تو دارد

(غزل ۶۲)

جانا بیا که بی تو دلم را قرار نیست
بیشم مجال صبر و سر انتظار نیست

دیوانه این چنین که منم در بلای عشق
دل عافیت نخواهد و عقلم به کار نیست

گر خواندنت مراد وگر راندن آرزوست
آن کن که رای تست مرا اختیار نیست

ما را همین بس است که داریم درد عشق
مقصود ما ز وصل تو بوس و کنار نیست

ای دل همیشه عاشق و همواره مست باش
کانکس که مست عشق نشد هوشیار نیست

با عشق همنفس شو و از عقل بر شکن
کو را به پیش اهل نظر اعتبار نیست

هر قوم را طریقی و رایی و قبله ایست
پیش عبید قبله بجز کوی یار نیست

(غزل ۶۳)

بیش ازین بد عهد و پیمانی مکن   با سبک روحان گران جانی مکن

زلف کافرکیش را برهم مزن   قصد بنیاد مسلمانی مکن

غمزه را گو خون مشتاقان مریز   ملک ازان تست ویرانی مکن

با ضعیفان هرچه در گنجد مگو   با اسیران هرچه بتوانی مکن

بیش ازین جور و جفا و سرکشی   حال مسکینان چو میدانی مکن

گر کنی با دیگران جور و جفا   با عبیدالله زاکانی مکن

از وصالت چون به بویی قانعم است
بوسهٔ پیشش آر و پیشانی* مکن

(غزل ۶۳)

از حد گذشت درد و به درمان نمی‌رسیم
با لب رسید جان و به جانان نمی‌رسیم

گر رهروان به کعبهٔ مقصود می‌رسند
ما جز به خارهای مغیلان نمی‌رسیم

آنها که راه عشق سپردند پیش ازین
شبگیر کرده اند و به ایشان نمی‌رسیم

ایشان مقیم در حرم وصل روز و شب
ما سعی می‌کنیم و به دربان نمی‌رسیم

بویی ز عود می‌شنود جان ما ولی
در کنه کار مجمره گردان نمی‌رسیم

چون صبح در صفا نفس صدق می‌زنیم
لیکن به آفتاب درخشان نمی‌رسیم

در مسکنت چو پیرو سلمان نمی‌شویم
در سلطنت به جاه سلیمان نمی‌رسیم

همچون عبید واله و حیران بمانده ایم
در سرّ کارخانهٔ یزدان نمی‌رسیم

---

* پیشانی ــ شوخی ، سخت روئی ، درشت روئی ، زور ، قوّت .

(غزل ٦٥)

سپیده دم به صبوحی شراب خوش باشد
نوای نغمه و چنگ و رباب خوش باشد

بتی که مست و خرابست چشم فتّانش
نشسته پیش تو مست و خراب خوش باشد

سحرگهان چو ز خواب خمار برخیزی
خیال بنگ و نشاط شراب خوش باشد

میان باغ چو وصل نگار دست دهد
کنار آب و شب ماهتاب خوش باشد

شراب خواه و ز نیک فسرده دوری جو
که از فسرده‌دلان اجتناب خوش باشد

شمائل خوش جانان به خواب دیدم دوش
امید هست که تعبیر خواب خوش باشد

عبید این دو سه بیتک به یک زمان گفتست
گرت تو گفت توانی جواب خوش باشد

(غزل ٦٦)

ما که رندان کیسه‌پردازیم — کشتهٔ شاهدان شیرازیم

یار دردی‌کشان شنگولیم — همدم جمریان طنّازیم

شکر ایزد که ما نه صرّافیم — منّت از حق که ما نه بزّازیم

واله دلبر شکردهنیم — عاشق مطرب خوش‌آوازیم

همه با عود و چنگ همنفسیم — همه با جام و باده دمسازیم

از جفاهای چرخ نگریزیم — در بلاها سپر بیندازیم

همه در دزدی و سیه‌کاری
روز و شب با عبید انبازیم

(غزل ۶۷)

رسد به پشتی رویت جمال مه به کمال
برد ز نکهت مویت صبا خبر به شمال

زند به تیر نظر غمزه ات نشانهٔ مهر
کشد به گوشهٔ چشم ابرویت کمان هلال

توئی که آب حیات از لبت بود سائل
خوشا کسی که کند با لبت جواب و سوال

کسی گزید به دندان کام آن لب لعل
که شد زبان زده در هر دهن به سان خلال

صبا به پشتی زلفت نهاد در دم صبح
هزار سلسله بر دست و پای آب زلال

فگند در پس هر هفت پرده مردم چشم
به انتظار تو پیوسته جای خواب و خیال

حرام گشت بغیر از عبید در عشقت
به شاعران تخیّل‌نمای سحر حلال

فی الرباعیات

(۱)

اے در سر هرکس از تو سودای دگر
در کنه تو هر طائفه را رای دگر

خبرے ز تو هر کسے تمنّا دارد
ما جز تو نداریم تمنّای دگر

(۲)

جویای تو هست هرکه جانی دارد
شاکر ز تو هرکس که زبانی دارد

خرّم دل آن که از تو بویی شنود
خوشوقت کسی کز تو نشانی دارد

(۳)

اے آن که بجز تو نیست فریادرسی
غیر از کرمت نداد کس داد کسی

کار من مستمند بیچاره بساز
کان بر تو به هیچ آمد و بر ماست بسی

(۴)

در کوچهٔ فقر گوشهٔ حاصل کن
وز کشت حیات خوشهٔ حاصل کن

در کهنه رباط دهر غافل منشین
راحت پیش است توشهٔ حاصل کن

(۵)

هرکس که سر زلف تو آورد به دست
از غالیه فارغ شد و از مشک برست

عاقل نکند نسبت زلفت با مشک
داند که میان این و آن فرقے هست

(۶)

از قصّهٔ آن ماه سخن کو گوید
دل کام روان زان لب دلجو جوید

گر عکس رخش بر چمن افتد روزے
از خاک همه لالهٔ خودرو روید

(۷)

عشق تو مرا چو خاک ره خواهد کرد
خال تو مرا حال‌تبه خواهد کرد

زلف تو مرا به باد بر خواهد داد
چشم تو مرا خانه‌سیه خواهد کرد

(۸)

تا ساخته شخص من و پرداخته اند
در زیر لگدکوب غم انداخته اند

گوئی من زردروے دلسوخته را
چون شمع برائے سوختنی ساخته اند

(۹)

گر وصل تو دست من شیدا گیرد
وین درد فراق راه صحرا گیرد

هر حال من از روے تو نیکو گردد
هر کار من از مهر تو بالا گیرد

(۱۰)

تا مهر تو ام در دل شوریده نشست
افتاد مرا چشم بران نرگس مست

این غم ز دلم نمی‌نهد پای برون
وین اشک ز دامنم نمی‌دارد دست

(۱۱)

وصف لب او چون سخن آغاز کند
وان رنگ رخش که بر سمن ناز کند

از غنچه شنو غنچه چو لب بکشاید
وز گل مطلب گل چو دهن باز کند

(۱۲)

ای مقصد خورشید پرستان رویت
محراب جهانیان خم ابرویت

سرمایهٔ عیش تنگدستان دهنت
سر رشتهٔ دلهای پریشان مویت

(۱۳)

در شوق تو ام هست بر آتش خاطر
دل در وصل تو دارم خوش خاطر

در حسرت ابرو و سر زلف خوشت
پیوسته نشسته‌ام مشوّش خاطر

(۱۴)

بلبل سحری نعرهٔ یاهو می‌زد
قمری با او به صوت پهلو می‌زد

درّاج همی‌گفت کباب است و طبق
فریاد کنان فاخته کو کو می‌زد

(۱۵)

گفتم عقلم ؟ گفت که حیران من است
گفتم جانم ؟ گفت که قربان من است

گفتم که دلم؟ گفت که آن دیوانه
در سلسلهٔ زلف پریشان من است

(۱٦)

از کار جهان کرانه خواهم کردن
رو در مے و در چغانه خواهم کردن

تا خلق جهان دست بدارند از من
دیوانگی بهانه خواهم کردن

(۱۷)

هرچند بهشت صد کرامت دارد
مرغ و مے و حور سروقامت دارد

ساقی بده این بادهٔ گلرنگ به نقد
کان نسیهٔ ، او سر به قیامت دارد

(۱۸)

اے لعل لبت به دلنوازی مشهور
وے چشم خوشت به ترکتازی مشهور

با زلف تو قصّهٔ ایست ما را مشکل
همچون شب یلدا به درازی مشهور

(۱۹)

این شمع که شب در انجمن می‌خندد
مانند به گلے که در چمن می‌خندد

هر شب که به بالین من آید تا روز
می‌سوزد و بر گریهٔ من می‌خندد

(۲۰)

دوران بقا بے مے و ساقی حشو است
بے زمزمهٔ نائے عراقی حشو است

هر چند فذالک * جهان می‌نگرم
با زر همه عشرت است و باقی حشو است

(۲۱)

دل در پے عشق دلبران است هنوز
وز عمر گذشته در گمان است هنوز

گفتیم که ما و دل بهم پیر شویم
ما پیر شدیم و دل جوان است هنوز

(۲۲)

دل سیر شد از غصهٔ گردون خوردن
وز دست ستم سپهر هر دون خوردن

تا چند چو نایے هر نفس ناله زدن
تا کے چو پیاله دمبدم خون خوردن

(۲۳)

دنیا نه مقام پاست نه جاے نشست
فرزانه درو خراب و اولیٰ‌تر مست

بر آتش غم ز باده پایے می‌زن
زان پیش که در خاک روی باد بدست

(۲۴)

پیش لب و زلفش اے دل از حیرانی
چون ابرو شوخ او مکن نادانی

سودازدگیِّ زلف او می‌بینی
باریک مزاجیِّ لبش می‌دانی

---

* فذالک ــ پس از آن ــ و درینجا بمعنی '' حساب من حیثیت المجموع ،، یا '' خلاصهٔ حساب ،، مستعمل شده است .

(۲۵)

امشب من و چنگی و معشوقهٔ چست
بودیم به عیش و عهد کردیم درست

ساقی ز بلور ناب بر روی زمین
می‌کشت عقیق و لولوی تر می‌جست

(۲۶)

من ترک شراب ناب نتوانم کرد
خمخانهٔ خود خراب نتوانم کرد

یک روز اگر بادهٔ صافی نخورم
ده شب ز خمار خواب نتوانم کرد

(۲۷)

آن خور که ازو قوّت روح افزاید
یعنی می گلگون که فتوح افزاید

من بندهٔ آن که در شبانگاه خورد
من چاکر آن که در صبوح افزاید

(۲۸)

بر هیچ کسم نه مهر ماندست نه کین
یکباره بشسته دست از دنیا و دین

در گوشه نشسته‌ام به عشقی مشغول
هرگز که شنیده عاشقی گوشه‌نشین

(۲۹)

زین گونه که این شمع روان می‌سوزد
گوئی ز فراق دوستان می‌سوزد

گر گریه کنیم هردو باهم شاید
کو را و مرا رشتهٔ جان می‌سوزد

(۳۰)

اے دل پس ازین کو غمِ بیہودہ مخور
زین بیش غمِ بودہ و نابودہ مخور

جان میدہ و داد طمع و حرص مدہ
مے میخور و نان منّت آلودہ مخور

(۳۱)

اے رای تو ترجمان تقدیر شدہ
تیغ تو چو خورشید جہانگیر شدہ

ہمچون نرگس دشمن جاهت بادا
آویختہ و شکم پر از زیر شدہ

(۳۲)

اے دل پس ازین غصّۂ ایّام مخور
جز نے مطلب ہمدم و جز جام مخور

مرسوم طمع مدار و تشریف مپوش
اوزار قلم بر دہ و انعام مخور

(۳۳)

اے دل بگزین گوشۂ از ملک جہان
زین شہر بدان شہر بدر سر گردان

ہمچون مردان موزہ بکَن خیمہ بسوز
با چادر و موزہ چند گردی چو زنان

(۳۴)

میکوش کہ تا ز اہل نظر خوانندت
وز عالم راز باخبر خوانندت

گر خیر کنی فرشتہ خوانند ترا
ور میل بشر کنی بشر خوانندت

(۳۵)

هرچند که درد دل هر خسته بسی است
وز دست فلک رشتهٔ بگسسته بسی است

زنهار ز کار بسته دل تنگ مدار
در نامهٔ غیب راز سربسته بسی است

(۳۶)

از دل نرود شوق جمالت بیرون
وز سینه هوای زلف و خالت بیرون

این طرفه که با این همه سیلاب سرشک
از دیده نمی‌رود خیالت بیرون

(۳۷)

فکری که بران طبع روان می‌گذرد
شرحش ز معانی و بیان می‌گذرد

شعر او چرا نازک و شیرین نبود
آخر نه بدان لب و دهان می‌گذرد

(۳۸)

قومی ز پی مذهب و دین می‌سوزند
قومی ز برای حور عین می‌سوزند

من شاهد و می دارم و باغی چو بهشت
ویشان همه از حسرت این می‌سوزند

(۳۹)

دل با رخ دلبری صفایی دارد
کو هر نفسی میل به جایی دارد

شرح شب هجران و پریشانی ما
چون زلف بتان درازنایی دارد

(۴۰)

گفتم صنما شدم به کام دشمن
زان غمزهٔ شوخ و طرّهٔ مردافگن
گفت آنچه ز چشم و زلف من بر تو گذشت
ای خانه‌سیه چرا نگفتی با من

(۴۱)

بیم است که در بیخودی افسانه شوم
و انگشت‌نمای خویش و بیگانه شوم
این عقل فضول می‌دهد زحمت من
ناگاه ز دست عقل دیوانه شوم

فی الترجیع

وقت آن شد که کار دریابیم   در شتاب است عمر بشتابیم

دیدهٔ حرص و آز بردوزیم   پنجهٔ زهد و زرق برتابیم

ما گدایان کوے میکده ایم   نے مقیمان کنج محرابیم

نه ز جور زمانه در خشمیم   نز* جفاے سپهر در تابیم

نه اسیران نام و ناموسیم   نه گرفتار ملک اسبابیم

بندهٔ یکروان یکرنگیم   دشمن شیفگان قلّابیم

گرد کوے مغانه می‌گردیم   مترصّد که فرصتے یابیم

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کے غصّهٔ زمانه خوریم

هرکه او آه عاشقانه زند   آتش از آه او زبانه زند

عشق شمعے ازو بر افروزد   شعله چون بر شراب‌خانه زند

می‌درآید به جوش هر قطره   عکس دیگر بر آسمانه زند

هرکه زان باده جرعهٔ بچشد   لاف مستیِ جاودانه زند

بندهٔ آن دمم که با ساقی   شاهد ما دم از چمانه زند

با حریفے سه چار کن مستی   این کند رقص و آن چغانه زند

خیز تا پیش ازان که مرغ سحر   بال زرّین بر آشیانه زند

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کے غصّهٔ زمانه خوریم

عقل با روح خودستائی کرد   عشق بر هر دو پادشائی کرد

از پس پردهٔ حسن با صد ناز   چهره بنمود و دلربائی کرد

ناگهان التفات عشق بدید   غرّه شد دعوے خدائی کرد

کار دریافت رند فرزانه   رفت و با عشق آشنائی کرد

* نز ـ مخفف نه از ـ

صوفی افسرده بود مایهٔ خوش   در سر زهد و پارسائی کرد
هجر برما در طرب در بست   وصلش آمد گرهکشائی کرد
خیز تا چون ارادتش ما را   سوی میخانه رهنمائی کرد

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کی غصّهٔ زمانه خوریم

عشق گنجی است و دل چو ویرانه   عشق شمعی است ' روح پروانه
در بیابان عشق میگردند   روح مدهوش و عقل دیوانه
دست تا در نزد به دامن عشق   ره به منزل نبرد فرزانه
خرّم آن عارفان که دنیا را   پشت پایی زدند مردانه
آدم از دانه اوفتاد به دام   آه ازان دام و آه ازین دانه
عمر در باختیم تا اکنون   گه به افسون و گه به افسانه
بعد از امروز اگر به دست آریم   دامن یار و کنج میخانه

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کی غصّهٔ زمانه خوریم

عقل را دانشی و رایی نیست   بهتر از عشق رهنمایی نیست
طلب وصل و عشق ورزیدن   کار هر مفلس و گدایی نیست
نام جنّت مبر که عاشق را   خوشتر از کوی یار جایی نیست
پای در کوی زهد و زرق منه   کاندران کوچه آشنایی نیست
بر در خانقه مرو که درو   جز ریایی و بوریایی نیست
پیش ما مجلس شراب خوش است   مجلس وعظ را صفایی نیست
راه میخانه گیر تا شب و روز   چون در اسلامیان وفایی نیست

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کی غصّهٔ زمانه خوریم

آه ازین صوفیان ازرق‌پوش — که ندارند دین و دانش و هوش
رقص را همچو نی میان بسته — لوت * را همچو سفره حلقه‌بگوش
وز پی صید در پس زانو — مترصّد چو گربهٔ خاموش
شکر آن را که نیستی صوفی — عیش می‌ران و باده می‌کن نوش
خیز تا پیش ازان که ناگاهی — بر کشد صبحدم خروس خروش
با صبوحی‌کنان دردآشام — با خراباتیان عشوه‌فروش
رو به میخانهٔ مغان آریم — باده در جام و چنگ در آغوش

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کی غصّهٔ زمانه خوریم

خیز جان تا چمانه برداریم — باده‌های مغانه برداریم
اسپ شادی به زیر ران آریم — وز قدح تازیانه برداریم
بیش ازین غصّهٔ جهان نخوریم — دل ز کار زمانه برداریم
زهد و تسبیح دام و دانهٔ ماست — از ره این دام و دانه برداریم
شاهد و نقل و باده بر گیریم — دف و چنگ و چغانه برداریم
پیشتر زان که ناگهان روزی — رخت ازین آشیانه برداریم
یک زمان چون عبید زاکانی — راه خمّارخانه برداریم

با مغان بادهٔ مغانه خوریم
تا به کی غصّهٔ زمانه خوریم

* لوت ـ طعام‌های لذیذ ـ امرد ، جوانک بی ریش ـ

کتاب عشاق‌نامه

خدایا تا ازین فیروزه ایوان — فروزد مهر و ماه و تیر و کیوان
شه خاور جهان‌آرای باشد — زمان باقی زمین بر جای باشد
برین نیلوفری کاخ کیانی — کند خورشید تابان مهربانی
جهان را چار عنصر مایه باشد — مکانها از جهت شش پایه باشد
ز جوهر تا عرض را هست یاری — هیولا را کند صورت‌نگاری
همیشه تا قرار فرش غبرا — معلّق باشد این نه سقف مینا
جهان محکوم سلطان جهان باد — فلک مامور شاه کامران باد
نخست این دم که خاطر خامه در دست — برین دیباے شیرین نقش می‌بست
چو استاد طبیعت داد سازش — نوشتم نام خسرو بر طرازش
شهنشاه جهان داراے عالم — چراغ دودمان نسل آدم
همایون گوهر دریاے شاهی — وجودش آیت لطف الهی
ضمیرش نکتهٔ پرکار معنی — درونش مهبط انوار معنی
جم ثانی جمال دنیا و دین — ابواسحق سلطان سلاطین
خجسته پادشاه دادگستر — جهانگیرے نصاب هفت کشور
غلام بارگاهش تاجداران — جنابش سجده‌گاه شهریاران
ز خیلش هر سرے صاحب‌کلاهے — سپاهش هر یکے میرے و شاهے
بروز بزم چون درگاه جمشید — بگاه رزم چون تابنده خورشید
سریرش پایه بر گردون رسیده — قلم بر جاه افریدون کشیده
سرش افگنده چون هر سرفرازے — ز باغش هر تذروے شاهبازے
بدو بادا فلک را سربلندی — مبادا دشمنش را زورمندی
درِ او قبلهٔ اقبال بادا — حریمش کعبهٔ آمال بادا

صفت دل

گرم اقبال روزے یار گردد　　غنودہ بخت من بیدار گردد

بر آن درگاہ خواہم داد ازین دل　　مسلمانان، مرا فریاد ازین دل

دلے دارم دل از جان بر گرفتہ　　امید از کفر و ایمان بر گرفتہ

دل ریشے، غم‌اندوزے، بلایے　　بہ دام عشق خوبان مبتلایے

دل شوریدہ شکلے، بیقرارے　　دل دیوانۂ آشفتہ‌کارے

دلے دارم غم دوری کشیدہ　　چو چشم یار رنجوری کشیدہ

دلے کو از خدا شرمے ندارد　　ز روے خلق آزرمے ندارد

مشقّت‌خانۂ، عشق‌آشیانے　　محبّت دودۂ، بے‌دودمانے

بہ خون آغشتہ سودائی‌مزاجے　　کہن بیمار عشقے، بے علاجے

چو چشم شاہدان پیوستہ مستے　　مغے، کافر نہادے، بت پرستے

چو زلف دلبران آشفتہ کارے　　سیہ‌روزے پریشان‌روزگارے

ہمیشہ بر بلاے عشق مفتون　　سراپاے وجودش قطرۂ خون

نباشد در پے مالے و جاہے　　نباشد ہرگزش رویے و راہے

ز غم ہردم بہ صد دستان برآید　　ز بہر خطّ و خالش جان برآید

ز شیدائی و خودرائی نترسد　　چو نادانان ز رسوائی نترسد

شود حیران ہر شوخے و شنگے　　نباشد ہرگزش نامے و ننگے

ہر آن کو داردش چون دیدہ در تاب　　نہالش را بہ خون دل دہد آب

درون خویش دائم ریش خواہد　　بلا چندان کہ بیند بیش خواہد

ہمیشہ سوگواری پیشہ دارد　　ہمیشہ عاشقی اندیشہ دارد

ز دور ار سرو بالایے ببیند　　بہ پایش در فتد دردش بچیند

چو پیشِ نارپستانے بگیرد　　بہ پیش نار پستانش بمیرد

ز مہر خوبرویان جان ببازد　　بہ کفر زلف شان ایمان ببازد

تو گوئی عادت پروانه دارد — بجان خویشتن پروا ندارد
من از افکار او پیوسته افگار — من از تیمار او پیوسته بیمار
به نور چشم بیند هر کسی راه — دل مسکین ز چشم افتاده در چاه
مرا دل کشت فریاد از که خواهم — اسیر دل شدم داد از که خواهم
ز دست این دل دیوانه مستم — درون سینه دشمن می‌پرستم
ندیده دانهٔ از وصل دلدار — به دام دل گرفتارم گرفتار
بدینسان خسته کس را دل مبادا — کسی را کار دل مشکل مبادا
ز دست دل شدم با قصّه دمساز — خدایا این دلم را چارهٔ ساز
مرا دل در غم دلداری افکند — به دام عشق گلرخساری افکند

صفت معشوق

مهی فرّخ رخی، فرخنده ماهی — به شهرستان خوبی پادشاهی
میان نازنینان نازنینی — ز شیرینیش شیرین خوشه چینی
رخش گلبرگ خوبی ساز کرده — قدش بر سرو رعنا ناز کرده
گرفته سنبلش بر گل وطنگاه — سهیل آویخته از گوشهٔ ماه
بهار لطف را نازنده سروی — به باغ دلبری رعنا تذروی
ز عنبر ماه را پیرایه کرده — گلش را چتر سنبل سایه کرده
نهان در عقد لولو درج یاقوت — حدیث شکّرینش روح را قوت
دو چشمش را دو جادوی سیه‌کار — دو زلفش کاردان مشک تاتار
دهانش در حقیقت گیر از هیچ — سر زلفین جعدش پیچ در پیچ

(غزل)

خم ابروی او در جانفزائی — طراز آستین دلربائی
خدا از محض لطفش آفریده — بنامیزد زهی لطف خدائی!

به غمزه چشم مستش کرده پیدا　　رسوم مستی و سحرآزمائی
ز کوی او غباری کآورد باد　　کند در چشم جانها توتیائی

عبید خسته‌دل، گر وصل خواهی
برو پیشش گدائی کن گدائی

سخن در عشق

نخستین روز کاین چشم بلاکش　　مرا از عشق او در جان زد آتش
دل از جان و جوانی بر گرفتم　　امید از زندگانی بر گرفتم
چنان در عشق او دیوانه گشتم　　که در دیوانگی افسانه گشتم
خرد می‌گفت کای مدهوش بیمار　　غمش را درمیان جان نگهدار
اگر دل می‌دهی باری بدو ده　　به هر خواری که آید آن فرو ده
گهی چون شمع می‌افروز از عشق　　چو پروانه گهی می‌سوز از عشق
میندیش ار جگر خوناب گردد　　که چشم از آتش دل آب گردد
خراب عشق شو کآباد گشتی　　غلام عشق شو کآزاد گشتی
حدیث عشق انجامی ندارد　　خرد جز عاشقی کامی ندارد
دلی کو با بتی عشقی نورزد　　مخوانش دل که او چیزی نیرزد
منوش از دهر جز پیمانهٔ عشق　　میاور یاد جز افسانهٔ عشق
نداند هر که او شوقی ندارد　　که دل بی عاشقی ذوقی ندارد
چرا جز عشق چیزی پرورد دل　　اگر سوزی نباشد بفسرد دل
مباد آن دل که او سوزی ندارد　　هوای مجلس‌افروزی ندارد
برو در عشقبازی سر بر افراز　　به کوی عشق نام و ننگ در باز
گزین بهتر خرد را پیشه نیست　　وزین به در جهان اندیشه نیست
شنیدم پند دل در عشق بستم　　چو مدهوشان ز جام عشق مستم

به دست عشق دادم ملک جان را — صلاے عشق در دادم جهان را
دگر در دام عشق انداختم دل — شدم، آماج محنت ساختم دل

ازین پس کعبهٔ من کوے اویش
مرا محراب جان ابروے اویش

عرض بر معشوق

شبے شوقم شبیخون بر سر آورد — ز غم دریاے دل جوشے بر آورد
نشم زنّار گبران بر میان بست — دل شوریده شورے در جهان بست
به کلّی از خرد بیگانه گشتم — چو افیون خوردگان دیوانه گشتم
چو زلفش بیقراری پیشه کردم — فغان و آه و زاری پیشه کردم
ز مژگان اشک خونین می‌فشاندم — به آبے آتش دل می‌نشاندم
نمی‌آسودم از فریاد و زاری — نمی‌ترسیدم از دشنام و خواری
خروشم گوش گردون خیره می‌کرد — هوا را دود آهم تیره می‌کرد
پیاپے زهر هجران می‌چشیدم — قلم بر هستی خود می‌کشیدم
همه شب گرد منزلگاه یارم — طواف کعبهٔ جان بود کارم

ضمیرم با خیالش راز می‌خواند
به سوز این بیتها را باز می‌خواند

(غزل)

دلم زین بیش غوغا بر نتابد — سرم زین بیش سودا بر نتابد
ز شوقت بر دل دیوانهٔ ماست — غمے کان سنگ خارا بر نتابد
غمت را گو بدار از جان ما دست — که این دیوانه یغما بر نتابد
ز چشمم هر شبے مژگان براند — چنان سیلے که دریا بر نتابد

بیا امشب مگو فردا که این کار   دگر امروز و فردا بر نتابد
سرے در پایت اندازیم چون زلف   وگر زلفت سر از ما بر نتابد

عبید از درد کے یابی رهائی
چو درد دل مداوا بر نتابد

واقف شدن معشوق از حال عاشق

دران شبهاے تار از بیقرای
چو بسیارے بنالیدم به زاری

مگر کز آه من سرو گل‌اندام
صدایے گوش کرد از گوشهٔ بام

بران نالیدن من رحمت آورد
خرامان رو به نزدیکان خود کرد

یکے را زان پریرویان طناز
حکایت باز می‌پرسید از راز

که " این مسکین سودائی کدام است
" کزین درد سرش سوداے خام است ؟

" به کوے ما کرا می‌جوید آخر ؟
" به گرد ما چرا می‌پوید آخر ؟

" که گردش این چنین بیخواب و آرام
" کدامین دانه افگندش درین دام ؟

" که زین سان بیخور و بیخواب کردش
" که از غم دیده پر خوناب کردش ؟

" کدامین غمزه زد بر جان او تیر
" کجا نخچیربانش کرد نخچیر ؟

" کدامین سیل بگرفتش گذرگاه
" کدامین شوخ چشمش برد از راه ؟ "

جوابش داد " این دلداده از دست
به کوی ما در آید هر شبی مست

" گهی در خاک می‌غلطد چو مستان
" گهی سجده برد چون بت‌پرستان

" کسی زو نشنود جز ناله آواز
" ز شیدائی نگوید با کسی راز

" درین دردش کسی فریادرس نیست
" بغیر از آه سردش همنفس نیست

" همه وقتی درین شبهای تاری
" گهی نالد، گهی گرید به زاری

" شبی با اختران دمساز کرده
" چو صبح آید دگر ره باز کرده

" مدام از دیده خون بر چهره راند
" کسی احوال این مسکین نداند "

به خنده گفت " این خام اوفتادست
" همانا نو درین دام اوفتادست

" دگر عاشق بدین زاری نباشد
" بدین خواری و غمخواری نباشد

" به غایت تند می‌سوزد چراغش
" خلل کردست پنداری دماغش

" چنین شوریده سامان دیر یابد
" چنین بیمار درمان دیر یابد

" کجا یابد کلید این بستگی را
" که سازد محرم این دلخستگی را ؟

" که جوید با چنین کس آشنائی
" شکستش را که سازد مومیائی ؟ "

گمان بردی ولی ناموس کردی
برین آشفته دل افسوس کردی

"چو زلف خویش بیساما نیم بین
"پریشانی و سرگردانیم بین

"جز از لطف تو غمخواره ندارم
"ز قسمت بهرهٔ تیماره ندارم

"زمانے گر ز روے آشنائی
"دهد شمع وصالت روشنائی

"شوم پروانه در پے تو میرم
"به پیش قدّ بالاے تو میرم

"مرا از آفتابت ذرّهٔ بس
"وزان باغ گل تو پرّهٔ بس

"نگویم یک زمان پیشت نشینم
"شوم خرسند کز دورت ببینم"

چو احوالم سراسر عرضه داری
بیکایک غصّهٔ اَمن بر شماری

ز اشعار همام این بیت دلسوز
ادا کن پیش آن ماه دل افروز

چو اینجا هست این ابیات درکار
ز استادان نباشد عاریت عار

بگو می‌گوید این بیخواب و آرام
ازان ساعت که ناگاه از سر بام

غزل تضمینی

بدیدم چشم مستت رفتم از دست
کدام و ابر دل کو ما می مست

دلم خود رفت و می‌ترسم که از وے
بمهرت هم بسے خوش کنایم اج رست ،

به آب زندگی اے خوش عبارت
مزاکت راوم سر من و پل کناں بست

دمے بر عاشق خود مهربان شو
که اج اے سر مردانی کست بے کست

اگر روزے نبینم روے خوبت
شبم شهران ادروا سر زنان دست

به عشقت گر همام از جان برآمد
سواجش کاں بواں تمرو وارست

ازین خارا گری لسس لولے
بپویت خسته بے مهنامه کر مست

پیغام قاصد به معشوق

ضمیر پاک آن مرغ سحرساز   چو این افسانه کردم پیشش آغاز
شد از حال دل پر دردم آگاه   چو آتش گشت و شد با باد همراه
به خلوتگاه آن آرام جان رفت   به استادی ز هر چشمے نهان رفت
برو از هر درے افسانه می‌گفت   حکایت خوب و استادانه می‌گفت
ز من هردم غمے تقریر می‌کرد   ز دریایے نمے تقریر می‌کرد
چو رمزے زین حکایت یاد کردے   سمنبر زان سخن فریاد کردے

به صنعت زین سخن دوری نمودے
بدو آیین مستوری نمودے

خطاب معشوق با قاصد

چو زلف خویشتن ناگه بر آشفت
بتندید و دران آشفتگی گفت

" بدین رنجور بیدرمان بگوییـد
" بدین مجنون بے‌سامان بگوییـد

"نه کار تست این نیرنگسازی
سر خود گیر تا سر در نبازی"

"چه سودا داری ای دیوانه در سر
ز سر سودای ما بگذار و بگذر"

"کجا یابی ز وصلم روشنائی
پری با دیو کی کرد آشنائی"

"گدا با پادشا همدوش کی شد
گیا با سرو هم آغوش کی شد"

"خوشی پروانه من شمع دل‌افروز
کجا بر شمع شد پروانه فیروز"

"دلت گر ماجرای عشق ورزد
درونت گر هوای عشق ورزد"

(غزل)

"ز سوز عشق من جانت بسوزد
همه بیداد پنهانت بسوزد"

"ز آه سرد و سوز دل حذر کن
که اینت بفسرد آنت بسوزد"

"مبر نیرنگ و دستان پیش آن کو
به صد نیرنگ و دستانت بسوزد"

"به دست خویشتن شمعی میفروز
که هر ساعت شبستانت بسوزد"

"چه داری آتشی در زیر دامان
کز آن آتش گریبانت بسوزد"

"دل اندر وصل من بستی و ترسم
که ناگه تاب هجرانت بسوزد"

" نـدارد سودت آنگاهی که گوئی
عبید آن نامسلمانت بسوزد

مثنوی

" ترا آن به که راه خویش گیری　　شکیبائی دران ره پیش گیری
" روی چون عاقلان در خانه زین پس　　نگردی این چنین دیوانه زین پس
" مکن با چشم سرمستم دلیری　　که از روبه نباشد شیرگیری
" مکن با زلف پستم عشقبازی　　که این کاریست با بختی دراری
" هر آن کس کو ندارد پایهٔ خویش　　بیازد ناگهان سرمایهٔ خویش
کجا مانند تو مسکین گدایی　　رسد در وصل چون من پادشایی
" چه خیزد زین گریبان چاک کردن　　فشاندن اشک و بر سر خاک کردن
" نگیرد دستت این آشفته‌کاری　　به کارت ناید این فریاد و زاری
" ندارم باک اگر دل گرددت خون　　نگیرد در من این نیرنگ و افسون
" هر آن کو عشق بازد درد بیند　　تنی باریک و روی زرد بیند
" تو ای مسکین بدین بی ننگ و نامی　　چه جنسی وز کجائی و کدامی
" تو ئی مجنون که عاشق نام داری　　شراب شوق من در جام داری
" ترا آن به که با دردم نشینی　　که جان در بازی ار رویم ببینی
" مگر نشنیده‌ای از خرد دور　　که پروانه ندارد طاقت نور
" برو می‌ساز با اندوه و خواری　　که سازد عاشقان را بردباری "

جواب پیغام معشوق از عاشق

چو این پیغامها در گوش کردم　　به کلی ترک عقل و هوش کردم
ز شوقش آتشی در جانم افتاد　　دلم دریای خون از دیده بگشاد

ولے می‌داد دل هردم گوائی که با او زود یابم آشنائی

دو روزے گر دلے خرّم نباشد چو دولت یار باشد غم نباشد

پیغام قاصد به معشوق

دگر بار از سر سوزے که دانی دران بیچارگی و ناتوانی

به خلوت پیش آن فرزانه رفتم دگر ره با سرِ افسانه رفتم

فتادم باز در پایش به خواری بدو گفتم ز روے بیقراری

" چه باشد کز سر مسکین‌نوازی به لطفے کار مسکینے بسازی

" کرم کن دست گیر افتادهٔ را به رحمت بند کن آزادهٔ را

" دل بیچارهٔ از غم جدا کن درون دردمندان را دوا کن

" ازین در گر مرا کارے بر آید به لطف چون تو غمخوارے بر آید

" بکن پرواز اے باز شکاری بنه دامے مگر در دامش آری

" بگو می‌گوید آن سرگشتهٔ تو اسیر عشق و هجران گشتهٔ تو

" چه کم گردد ز ملک پادشایے اگر گنجے به دست آرد گدایے

" دل مجنون ز لیلی کام گیرد سکندر ز آب حیوان جام گیرد

" به شیرین در رسد بیچاره فرهاد پریرو روے بنماید به گلشاد

" به یوسف بر کشاید چشم یعقوب به رامین بر نماید ویس محبوب

" ز عذرا جان وامق تازه گردد چو غم شادیش بی‌اندازه گردد

" نشینند شاد با گلچهر اورنگ به دستے گل به دستے جام گلرنگ

" چنین هم این عبید بینوا را ز دل بیگانهٔ عشق‌آشنا را

" فتد با چون تو یارے آشنائی بیابد از وصالت روشنائی

" ترا دولت به کام و بخت فیروز نیاورده شبے در هجر با روز

" چه دانی قصّهٔ بیماری ما جگرخواری و شب‌بیداری ما

" ترا نیز از غمے دامن بگیرد   دلت را عشق پیراهن بگیرد
" ازان پس حال درویشان بدانی   مصیبت نامهٔ ایشان بخوانی
" به امید تو ام امّیدواری   چه باشد گر امید ما برآری "

حدیث قاصد با معشوق

دگربار آن فسونگر مرغ چالاک
چو پیشش می‌نهادم روے بر خاک

قدم در ره نهاد از روے یاری
بجا آورد شرط جان‌سپاری

خرامان شد بر آن سرو آزاد
به شیرینی زبان چرب بکشاد

که " اے نوباوهٔ باغ جوانی
دلم را جان و جان را زندگانی

" جمالت چشم جان را چشمهٔ نور
" ز رخسار تو بادا چشم بد دور

" به لالائیت عنبر خوے کرده
" شمیمت خاک عنبر بوے کرده

" گل صد برگ در پاے تو مرده
" صنوبر پیش بالاے تو مرده

" خجل مشک تتار از تار مویت
" فتاده ماه و خور بر خاک کویت

" همیشه شاد و دولت‌یار باشی
" ز حسن و عمر برخوردار باشی

" مرا هم جان توئی هم زندگانی
" مکن زین بیش با من سرگرانی

" نصیحت گوش دار از دایهٔ خویش
" غنیمت دان غنیمت مایهٔ خویش

" جوانی ، از جوانی بهره بردار
" ز دور شادمانی بهره بردار

" جوانان را طریق عشق سازد
" شنیدستی که پیرے عشق بازد ؟

" جوانے کو نگشت از عاشقی شاد
" به معنی دان جوانی داد بر باد

" به دلداری دل مردم به دست آر
" کسے را تا توانی دل میازار

" مرنجان آن غریب ناتوان را
" کسے دشمن ندارد دوستان را

" خردمندان که دُر نظم سفتند
" نگه کن کین سخن چون نغز گفتند

" چو نیل خویش را یابی خریدار
" اگر در نیل باشی باز کن بار "

جواب معشوق قاصد را

چو بشنید این سخنها سرو آزاد
جوابش داد کان فرزانه استاد

" من آن شمعم که صد پروانه دارم
" کجا پرواے این دیوانه دارم

" ندارد سودے این افسانه گفتن
" حدیث آنچنان دیوانه گفتن

" به دست خود کسے چون مار گیرد
" غریبے را کسے چون یار گیرد

" چنان شوریدهٔ با کس نسازد
" بود چون او که با او عشق بازد

" من ار با او به یاری سر در آرم
" دگر پیش کسان چون سر بر آرم

" چه نادان و خیال‌اندیش مرد است
" مرا خواهد محال‌اندیش مرد است

" کسے کو با چنان آشفته رایے
" نشیند یک زمان روزے به جایے

" همانا زود دشمن‌کام گردد
" میان مردمان بدنام گردد

" بگو لطفے بکن زین کوے بر گرد
" چنین تا چند کوبی آهن سرد

" دلت در عشقبازی ناتمام است
" بهل تا می‌زند جوشے که خام است

" ز دلدارے که باشد دلپذیرت
" اگر البتّه باشد ناگزیرت

" طلب کن همچو خود بے آب و رنگے
" یکے دیوانهٔ بے نام و ننگے

" گزین در بر نیاید هیچ کامت
" بسوزد جان درین سوداے خامت "

حدیث قاصد با معشوق

دگر بار آن فسون‌پرداز استاد
برو افسوده از نو کرد بنیاد

جوابش داد " اے سرو سرافراز
" مکن زین بیشتر بر بیدلان ناز

" اسیرے کو تمنّاے تو دارد
" سرش پیوسته سوداے تو دارد

" چنین تا چند کوشی در هلاکش
" بترس آخر ز آه سوزناکش

" بهل تا از لبت کامی بگیرد
" بود کاین دردش آرامی بگیرد

" من آن پیر کهن‌سالم که در کار
" جوانان از من آموزند هنجار

" طبیب رنج رنجوران عشقم
" دواے درد بیدرمان عشقم

" کنم دلدادگان را دلنوازی
" کنم بیچارگان را چاره سازی

" علاج عاشق دیوانه دانم
" هزار افسون درین افسانه دانم

" ز من بشنو غنیمت دان جوانی
" دوباره نیست کس را زندگانی

" دگر بر عاشقان خویش خواری
" مکن گر طاقت خواری نداری

" بدین دلسوخته آتش چه ریزی
" رها کن بعد ازین تندی و تیزی

" کزین آتش بجز دودے نبینی
" پشیمان گردی و سودے نبینی

" بهارے زحمت خارے نیرزد
" همه دنیا به آزارے نیرزد

" کسے با مهربانان کین نورزد
" خصومت کس بدین آیین نورزد

" بدین سرگشتگی مسکین جوانے
" غریبے ، دردمندے ، ناتوانے

" دل اندر مهر و سودائے تو بستہ
" شد از خویش و ز سودائے تو خستہ

" روا چون داریش مهجور گشتن
" بہ خواری ز آستانش دور گشتن

" گرفتم کز تو کامی بر نگیرد
" چرا باید کہ در هجرت بمیرد

" نمی‌گویم کہ در پیشت نشیند
" بہل تا یکدم از دورت ببیند

" چہ رسم است این جفا با یار کردن
" دل یاران خود بیزار کردن

" زمانے با غریبے همزبان شو
" دمے با مهربانے مهربان شو "

بدین آتش دل او گرم می‌کرد
دمش می‌داد و آهن نرم می‌کرد

میانش مدّتے این ماجرا رفت
ز هر جانب بسے چون و چرا رفت

بہ هر عذرے کہ می‌آورد در کار
جوابے می‌نهادش تازہ در بار

چو بسیارے ازین معنی برو خواند
بت شکّرلب از پاسخ فروماند

بہ حیلت مرغ در شست آمد آخر
رمیدہ باز در دست آمد آخر

بت توسن‌مزاج از بدلگامی
بہ آیینہ کہ می‌گوید نظامی

" به چشمے ناز بے‌اندازہ می‌کرد
به دیگر چشم عهدِ تازه می‌کرد "

" عتابش گرچه می‌زد سنگ بر سنگ
عقیقش سرخ مے پرسید بر چنگ

جواب گفتن معشوق قاصد را

چو با همراز خود همداستان شد — زبان بگشاد و با دل همزبان شد

به صد آزرم گفت " اے مهربان یار — برون آ ، خسته را دل به دست آر

" که عشق تازه می‌افروزدم دل — بر آن بیچارگی می‌سوزدم دل

" ازان آتش که او را در چراغ است — مرا هم برتر از آن در دماغ است

" گر او را در ربود از عشق سیلی — مرا هم سوے او میل است خیلی

" ور او را از غم ما خستگیهاست — مرا هم سوے او دلبستگیهاست

" دلم گر راست خواهی در بر اوست — که باشد کو ندارد دوست را دوست ؟

" اگر ناگاه نازے می‌نمودم — عیارش در وفا می‌آزمودم

" کنون باز آمدم زان سر کشیدن — به روے دوستان خنجر کشیدن

" ز جور و بیوفائی سیر گشتم — گذشت آن وز سر آن در گذشتم

" اگر در راه ما خارے رسیدش — ز ما بر خاطر آزارے رسیدش

" به هر آزردنی جانے بیابد — به هر خارے گلستانے بیابد

" ز لفظ من بخواهش عذر بسیار — به آرامش بگو کاے مهربان یار

" نمی‌پردازم از شوقت به کارے — ندارم در جهان غیر از تو یارے

" به پایان آمد آن غمها که دیدی — به گنجے کان طلب کردی رسیدی

" حدیث وصل با فردا میندار — شبستان را ز نامحرم بپرداز

" به مے بنشین و ما را منتظر باش — مهل کین راز گردد پیش کس فاش

ز بهر نام خود کوشیده بهتر — ز هرکس راز خود پوشیده بهتر "

نخفت آن شب ز بس تدبیر کردن　　برو از هر دری تقریر کردن
حکایت از من دیوانه می‌گفت　　همه شب با وی این افسانه می‌گفت

صفت بهار

سحرگاهی که باد صبحگاهی　　ببرد از چهرهٔ گردون سیاهی
شفق شنگرف بر مینا بر افگند　　فلک دُردانه بر دریا بر افگند
کلاه از فرق فرقد در ربودند　　نطاق از برج جوزا بر کشودند
به مشرق شاه خاور تیغ برداشت　　سپاه زنگ را اقلیم نگذاشت
دم جان‌بخش باد نوبهاری　　جهان می‌کرد پر مشک تتاری
سمن گوئی گریبان باز می‌کرد　　صبا بر غنچه هردم ناز می‌کرد
عذار گل به آب ژاله می‌شست　　به اشک ابر روی لاله می‌شست
بنفشه جعد مشکین شانه می‌زد　　چکاوک نعرهٔ مستانه می‌زد
نسیم از جذب دامن مشک ریزان　　چو مستان هر قدم افتان و خیزان
گهی همراز مرزنگوش می‌شد　　گهی با لاله هم‌آغوش می‌شد
شگوفه خنده‌ناک از باد گلبوی　　کشاده سنبل سیراب گیسوی
خرامان در چمن سرو سرافراز　　ز مستی چشم نرگس مانده در داز
چمن چون طوطیان پر باز کرده　　غزال از نافه مشک انداز کرده
درفشان از کنار کوه و صحرا　　چراغ لاله چون قندیل ترسا
صبا جعد بنفشه تاب می‌داد　　ز سبزه چشم خنجر آب می‌داد
عروس گل عماری ساز کرده　　ز خوبی بر ریاحین ناز کرده
سمن چون شکل پروین خنده می‌زد　　شگوفه بر ریاحین خنده می‌زد
نسیم صبحدم جان تازه می‌کرد　　خرد می‌دید و ایمان تازه می‌کرد
ریاحین از شراب حسن سرمست　　سحاب سیمگون رشّاشه* بر دست

* رشاشه = قطره‌های باران -

ز بس دُرها که بر گلزار می‌ریخت　　گلاب از چهرهٔ گلنار می‌ریخت

صنوبر چون عروسان پرنیان‌پوش　　چمن را شاهدی چون گل در آغوش

گرفته سربلندی پایهٔ سرو　　خنک آب روان در سایهٔ سرو

درین موسم که گل دل می‌رباید　　صبا در باغ معجز می‌نماید

من اندر کنج باغی باده در سر　　گرفته ساغری بر یاد دلبر

نهان در گوشهٔ تنها نشسته　　ز صد جا خار غم در پا نشسته

خیالی در دلم ماوا گرفته　　وزان سودا دلم سودا گرفته

نه همدردی که دردی باز گویم　　نه همرازی که با او راز گویم

سر اندر پیش چون مستان فگنده　　چو بلبل ناله در بستان فگنده

رخم چون لاله از بس اشک گلرنگ　　چو گل خونین جگر، چون غنچه دل تنگ

به یاد روی آن سرو گل‌اندام　　گرفته با گل و با سرو آرام

گهی بر یاد آن گل می شدم مست　　گهی چون سرو بر سر می‌زدم دست

خیالم آن که گوئی ناگهانی　　بود کز وصل او یابم نشانی

درین حسرت ز حد بگذشت سوزم　　درین سودا به پایان رفت روزم

شب آمد باز دل بر غم نهادم　　زمام دل به دست غصه دادم

همی‌گفتم در آن شب‌زنده‌داری　　دران بی‌یاری و بی‌غمگساری

غزل

" گر آن مه را وفا بودی چه بودی　　ورش ترس از خدا بودی چه بودی

" دمی خواهم که با او خوش برآیم　　اگر او را رضا بودی چه بودی

" دلم را از لبش بوس است حاجت　　گر این حاجت روا بودی چه بودی

" به خود کز وی به خود پروا ندارم　　گرش پروای ما بودی چه بودی

" اگر روزی به لطف آن پادشا را　　نظر با این گدا بودی چه بودی

" خرد گر گرد من گشتی چه گشتی　　وگر صبرم بجا بودی چه بودی
" به وصلش گر عبید بینوا را
سعادت رهنما بودی چه بودی "

درین اندیشه شب با روز کردم　　فراوان نالهٔ دلسوز کردم
چو از حدّ افق هنگام شبگیر　　علم بفراخت خورشید جهانگیر
ز مشرق بر شفق زر می‌فشاندند　　به صنعت نعل در زر می‌فشاندند
چراغ طالع شب تیره می‌شد　　سپاه روز بر شب چیره می‌شد
دران ساعت سخن نوعی دگر شد　　دعای صبحگاهم کارگر شد
ز ناگه پیک دولت می‌دوانید　　به من پیغام دولت می‌رسانید
" که دل خوش‌دار کینک یارت آمد　　دگر آبی به روی کارت آمد
" تو ای خار مغیلان خورده در راه　　جمال کعبه خواهی‌دید ناگاه
" اگرچه مدّتی رنجی کشیدی　　به آخر وقت در گنجی رسیدی
" غمی خوردی و غمخواری گرفتی　　دلی دادی و دلداری گرفتی
" ز همّت دانهٔ در دام کردی　　بدین افسون پری را رام کردی "
نشست آن مشفق دیرینه پیشم　　دوای درد و مرهم‌ساز ریشم
به من پیغام دلبر باز می‌گفت　　حکایتهای غمپرداز می‌گفت
زبان چون در پیام یار بکشود　　دلم خرّم شد و جانم بیاسود
قدم از دست در بستان فگندم　　کلاه عیش بر کیوان فگندم
رمیده بخت من سامان پذیرفت　　کهن بیماریم درمان پذیرفت
گل عیشم به باغ عمر بشگفت　　دگارم می‌رسید و بخت می‌گفت
چه خوش باشد که بعد از انتظاری　　به امّیدی رسد امّیدواری

آمدن معشوق به خانهٔ عاشق

چو زرّین بال عنقای سرافراز
ز مشرق سوی مغرب کرد پرواز

نهان کردشد شمع گیتی‌افروز
سپاه شام شد بر روز پیروز

عروس مهر رفت اندر عماری
مقرّر گشت بر شب پرده‌داری

هیون کوه را در سایه بستند
ز گوهر بر فلک پیرایه بستند

فرو شد شاه خاور در سیاهی
برآمد ماه بر اورنگ شاهی

دران گلشن که ماوای من بود
بدان صورت که رسم و رای من بود

به آیین جایگاهی ساز کردم
به روی دوستان در باز کردم

مقامی همچو جنّت جان‌فزایی
چو گلزار ارم بستان‌سرایی

ز خاکش عنبر تر رشک برده
به آبش حوض کوثر غوطه خورده

نشسته گوش بر در، دیده بر راه
به یمن دولت بیدار ناگاه

خور خرّم‌خرام و حور مهوش
گل نازک‌مزاج و سرو سرکش

چو گنج از دیدهٔ مردم نهانی
بدان رونق بدان آیین که دانی

در آمد ناگهان سرمست و دلشاد
نقاب از روی چون خورشید بکشاد

مبارک ساعتی فرخنده روزی
که باز آید ز در مجلس‌فروزی

بدیدم رویش و دیوانه گشتم
بر شمع رخش پروانه گشتم

به دستی چادر از رخ باز می‌کرد
به دستی زلف مشکین ساز می‌کرد

چو زد خورشید رویش در سرا تیغ
برون آمد گل از غنچه، مه از میغ

ز زیبائی گلش در پای می‌مرد
صنوبر پیش قدش سجده می‌برد

کمند زلف مشکین تاب داده
ز سنبل خرمنی بر گل نهاده

لب از باد نفس افگار گشته
خمارین نرگسش بیمار گشته

دهانش ز آب حیوان آب برده
عقیقش رونق از عناب برده

صبا زلفش پریشان کرده در راه
گلاب‌انگیز گشته گوشهٔ ماه

بهشت‌آیین شد از وی خانهٔ ما
منور گشت ازو کاشانهٔ ما

ز عزت بر سر و چشمش نشاندم
زرش بر سر، سرم در پا فشاندم

ز رویش خانه بستانی دگر شد
سرای ما گلستانی دگر شد

کسی کامی که می‌جوید همه سال
چو با دست آیدش چون باشدش حال

نشسته او و من استاده خاموش
درو بگشاده چشم و رفته از هوش

چو بیمارے کہ درمان باز یابد
چہ درمان مردۂ جان باز یابد

ز دل آتش فروزان پیش رویش
چو شمع از دور سوزان پیش رویش

نظر بر شمع رخسارش نهاده
چو شمعم آتشے در جان فتاده

رمیده صبر و دل از جاے رفته
زبان از کار و زور از پاے رفته

چو چشم فتنه‌جویان فتنه در خواب
مسلّط گشته بر آفاق مهتاب

نشاط انگیز بزمے ساز کردیم
ز هر سو مطربان آواز کردیم

در آمد ساقی از غم خرّم و شاد
مے آورد و صلاے عیش در داد

گرفتم از رخش فال مبارک
زهے وقت خوش و حال مبارک

ز بانگ نے فلک را گوش بگرفت
جهان آواز نوشانوش بگرفت

بُخار مے خرد را خانه‌پرداز
بخور عود و عنبر گشته غمّاز

پیاپے جام زرّین دَور می‌کرد
دو چشمش باز و ساقی جور می‌کرد

جهان بر عشرت ما رشک می‌برد
بر آن شب زهره شبها رشک می‌برد

خرد را چون دماغ از مے به تنگ شد
حیا را شیشه و دعواے سنگ شد

چو خلخال روش در پا فتادم
به عزّت بوسه بر پایش نهادم

نشستم پیشش از گستاخ‌روئی
شدم گستاخ در بیهوده‌گوئی

حدیث تن بر جان عرضه کردم
شکایتهای هجران عرضه کردم

ازان اندوه بی‌اندازه خوردن
وزان هر لحظه زخمی تازه خوردن

ازان آب سرشک و آه دلسوز
وزان نالیدن شبهای بی‌سوز

ازان رندی و زان بی آب و رنگی
ازان مستی و زان بی نام و ننگی

وزان عجز غلام و دایه بردن
حمایت تا در همسایه بردن

چو از حال خودش آگاه کردم
خجل گشتم سخن کوتاه کردم

مرا چون آن چنان بیخویشتن دید
به چشم مرحمت در حال من دید

پریشان گشت و با دل داوری کرد
زبان بگشاد و مسکین پروری کرد

حکایتهای عذرآمیز می‌گفت
شکایتهای شوق‌انگیز می‌گفت

به هر لطفی که با این بنده می‌کرد
تو گوئی مرده را زنده می‌کرد

چه خوش باشد سخن با یار گفتن
غم دیرینه با غمخوار گفتن

مرا چون وصل او امّیدگاهی
شبی چون سالی و روزی چو ماهی

چه خوش سالی چه خوش ماهی که آن بود
چه خوش وقتی و خوش حالی که آن بود

جوانی بود و عیش و شادمانی
خوشا آن دولت و آن کامرانی

کہ یابد آن چنان دوران دیگر
کہ بیند مثل آن دوران دیگر ؟

خوشا آن درد و آن بیمار و آن سوز
خوشا آن موسم و آن وقت و آن روز

گرفتم دولتم همساز گردد
کجا روز جوانی باز گردد

اگر روزے نشاط و ناز بینم
شب قدرے چنان کے باز بینم

همہ شب تا سحر مے نوش می کرد
مرا از شوق خود مدهوش می‌کرد

سحرگاهے صبوحی کردہ برخاست
بہ زیبا روے خود چون گلشن آراست

چمن در مقدمش در شادی آمد
ز قدش سرو در آزادی آمد

چنان چون شاخ ریحان می‌خرامید
چو گل بر طرف بستان می‌خرامید

گل از شوق رخ رعناش می‌مرد
صنوبر پیش سر تا پاش می‌مرد

ز لعلش تنگ ماندہ غنچہ را دل
ز قدش سروبن را پاے در گل

صبا هرگہ کہ رخسارش بدیدے
بخواندے آیتے هر وے دمیدے

چو بگذشتے چنان بالابلندے
فشاندے لالہ بر آتش سپندے

چو گل پیش رخش می‌دید در خود
به صد افسوس می‌خندید بر خود

نظر چون بر رخ زیباش می‌کرد
به دامن زر نثار پاش می‌کرد

شقایق جامه بر تن چاک می‌زد
ز شوق او کله بر خاک می‌زد

صنوبر بندهٔ بالاش می‌شد
بساط سرو خاک پاش می‌شد

بدین رونق چو گامی چند پیمود
نشاط افزود و عزم باده فرمود

کنار آب دید و سایهٔ سرو
دمی از لطف شد همسایهٔ سرو

به هردم کش شراب ناب می‌زد
رخش رنگی دگر بر آب می‌زد

گهی بر ذوق گل می‌نوش می‌کرد
گهی آواز بلبل گوش می‌کرد

نسیم نوبهار و نکهت گل
نوای قمری و گلبانگ بلبل

دل غنچه چو طبع تنگدستان
شده نرگس چو چشم نیم‌مستان

چکاوک بیقراری پیشه کرده
چو من فریاد و زاری پیشه کرده

چو گبران لاله بر آتش‌فشانی
مقرر بر عنادل زندخوانی

برید سبزپوشان گشته بلبل
ز جوش گل خروشان گشته بلبل

ز سرمستی سرود آغاز کرده
به هر برگی نوایی ساز کرده

دمادم نالهٔ دلسوز می‌کرد
نوا در پردهٔ نوروز می‌کرد

به آواز بلند از شاخ شمشاد
سحرگاه این ندا در باغ در داد

بیاور ساقیا می در ده امروز
که بختم فرّخ است و تخت فیروز

ازین خوشتر سروکاری که دارد
چنین باغی چنین یاری که دارد

زهی موسم زهی جنّت زهی حور
ازین مجلس خدا را چشم بد دور

بده ساغر که یاران می پرستند
ز بوی جرعه گلها نیم‌مستند

مباش از عاقلی یک لحظه هشیار
که هشیاری فلاکت آورد بار

مخور غم تا به شادی می توان‌خورد
غم دور فلک تا کی توان‌خورد

غم بیهوده پایانی ندارد
بغیر از باده درمانی ندارد

درین دوروزه عمر سست‌بنیاد
میاور تا توان جز خرّمی یاد

صفت وصال

چنین زیبا نگاری دلستانی
به رعنائی و خوبی داستانی

چنان بر عاشق خود مهربان بود
که گوئی عاشق و جان جهان بود

نبودی با منش جز مهربانی
ندیدم جز ازو شیرین‌زبانی

مدامم خرّمی دمساز بودی
به رویش چشم جانم باز بودی

بدل گفتم که ای مدهوش بیمار
غمش را درمیان جان نگهدار

گزین خوشتر کسی دلبر ندارد
به خوبی کس ازین بهتر ندارد

بهم خوش بود ما را روزگاری
به وصلش داشتم خوش کاروباری

سعادت یار و بختم همنشین بود
زمان در حکم و اقبالم قرین بود

ز طالع خرّم و دلشاد بودم
ز بند هر غمی آزاد بودم

جهان محکوم و دولت یاورم بود
فلک مامور و اختر چاکرم بود

کنون زان عیش جز خون در دلم نیست
وزان شادی بجز غم حاصلم نیست

کنی خسته دلی غمناک دارم
به دستی باد و دستی خاک دارم

صفت حال

دلا تا چند ازین صورت پرستی
قدم بیرون هستی زن که رستی

غم هر بوده و نابوده تا چند
حکایت گفتن بیهوده تا چند

چو رندان خیز و چابکدستیی کن
ز جام هستیی سرمستیی کن

رها کن عقل و چون دیوانه می‌گرد
چو مستان بر در میخانه می‌گرد

که از میخانه یابی روشنائی
کنی با پاکبازان آشنائی

دم از غم زن اگر شادیت باید
خرابی جو گر آبادیت باید

مزن چون نار در خون جگر جوش
بوی خواهی چو ' نه پشمینه می‌پوش

اگر خواهی ز محنت رستگاری
به کمتر زان قناعت کن که داری

سریر سلطنت بی داوری نیست
غم صاحب کلاهی سرسری نیست

برو چشم هوا را میل درکش
پس آن که خرقه را در نیل درکش

طمع گستاخ شد بانگی برو زن
هوس را نیز سنگی بر سبو زن

ازان ترسم که چون می‌بایدت مُرد
تو آری گرد و دیگر کس کند خورد

اگر روحت ز آلایش سلیم است
رسیدی و صراطت مستقیم است

وگر در چاه نفس افتی به خواری
تو معذوری که بینائی نداری

درین منزل که هر راه است و هر چاه
علائق هر یکی غول است در راه

چو مردان بارهٔ دولت بر انگیز
به افسونِ خود از این غول بگریز

چو طاؤس سرابستان جانی
چو باز آسمان لامکانی

ازین پیغولهٔ غولان چه خواهی
ز چهد و خانهٔ ویران چه خواهی

درین کشتی که نامش زندگانیست
نفس را پیشه در وے پاسبانیست

نشاید خفت فارغ در شکرخواب
فتاده کشتی از ساحل به گرداب

درین گرداب نتوان آرمیدن
به بادِ رخت بر هامون کشیدن

ازین دریا مشو یک لحظه ایمن
منت خود این همین گویم ولیکن

بدین ملاّحی و این ناخدائی
ازین گرداب کے یابی رهائی

به بادے بشکنند بازار دنیا
به کارے می‌نیاید کار دنیا

نه جاے تست دل زین گوشه بردار
رهت پیش است رو رهتوشه بردار

ترا جایے دگر آرامگاه است
وزین سازنده‌تر آب و گیاه است

دران جا بینوایان را بود کار
دران کشور گدایان را بود بار

درو درمان فروشان دره خواهند
تن باریک و روے زرد خواهند

ندارد سرکشی آنجا روائی
به کارے ناید آنجا پادشائی

برین عرصه مشو کجرو چو فرزین
دغابازست گردون مهره بر چین

رواے بد مکن با قول کج یار
که آرد بدروائی مفلسی بار

اگر خوش‌عیشی و گر مستمندی
درین ده‌روزه کاینجا پاے بندی

چو عنقا گوشهٔ عزلت نگهدار
مرو بر سفرهٔ مردم مگس‌وار

تردّد درمیان خلق کم کن
چو مردان روے در دیوار غم کن

نمی‌بینی کمان چون گوشه‌گیر است
برو آوازهٔ زه ناگزیر است

مجرّد باش و بر ریش جهان خند
ز مردم بگسل و بر مردمان خند

مکن زن هر زمان جنگے میندوز
ز بهر شهوتے ننگے میندوز

که از بےعزّتی به پارسائی
به بدلوئی نیرزد کدخدائی

علائق بر سر خاکت نشاند
مجرّد شو که تجریدت رهاند

غنیمت مرد را بے آب و رنگی است
خوشی در عالم بے نام و ننگی است

خراب‌آباد دنیا غم نیرزد
همه شورش به یک ماتم نیرزد

درین صحراے بےپایان چه پوئی
غنیمت زین ده ویران چه جوئی

ازین منزل کہ ما در پیش داریم
دلے خستہ درون ریش داریم

بیابانی است کو سامان ندارد
رہے دارد کہ آن پایان ندارد

بدین رہ در شدن کارے است مشکل
نہ مقصد دیدہ نے مقصود حاصل

درین ویرانہ گر صد گنج داری
درین کاشانہ گر صد رنج داری

گرت کیخسرو و جمشید نام است
ورت خلق جہان یکسر غلام است

کو در این کوچ ہمراہے نیابی
ز کوہے پرّۂ کاہے نیابی

چہ خوش می‌گوید این معنی نظامی
بہ رحمت بشنو اے جان گرامی

"کہ مال و ملک و فرزند و زن و زور
ہمہ ہستند ہمرہ تا لب گور"

روند این ہمرہان چالاک با تو
نیاید ہیچ کس در خاک با تو

کجا آن کو ازین ماتم نگرید
کدامین سنگدل زین غم نگرید

درین بستان گل و نرگس چہ بوئی
ہمان سرو و ہمان سنبل چہ جوئی

دلم می‌گردد از گفتن پریشان
ولی چون بنگری ہریک از ایشان

رخ خوبے و چشم دلستانے است
قد شوخے و زلف نوجوانے است

ازین منزل ہر آن کو بر نشید
کسش دیگر درین منزل نبیند

به وقت خود چو مردان کار دریاب
مشو غافل، که این گردنده دولاب

ندارد کار جز نیرنگ‌سازی
فغان زین حقّه و زین حقّه‌بازی

یکی از موبدی پرسید این راز
ز جور چرخ و از انجام و آغاز

جوابش داد کز احوال این دیر
که دائم می‌کند گرد زمین سیر

حقیقت کس نشانی باز ندهد
کسی نیز از فلک آواز ندهد

اگرچه سست‌مهره زودسیر است
چنین در دور تا هیدست دهر است

درین پرده خرد را نیست راهی
ندارد دانش آن جا دستگاهی

بدین چشمه که نورت می‌فزاید
بدین ایوان که دورت می‌نماید

به پای جسم چون شاید رسیدن
به بال روح می‌باید پریدن

طلسمی این چنین از دور دیدن
کجا شاید در احکامش رسیدن

ازو جز دانه سامانی نبینی
ترا آن به که خاموشی گزینی

نصیحت گر ز موبد گوش داریم
همان بهتر که لب خاموش داریم

بجز توفیق یاری نیست اینجا
بجز تسلیم کاری نیست اینجا

جهان را بی‌ثباتی رسم و دین است
همیشه عادت دنیا چنین است

کسی آغاز و انجامش نداند
همان بهتر که کس نامش نداند

خود این احوال ما گر گوش‌داری
نبینی رای کس گر هوش‌داری

نبازی عشق، دل بر کس نبندی
اگر چون ابلهان بر خود نخندی

عبید از کار دنیا دل بپرداز
دگر ره با سر افسانه شو باز

در زوال وصال و شب فراق

من اندر عیش و بختم در کمین بود
چه شاید کرد چون طالع چنین بود

ز ناگه بخت واژون بر سرم تافت
ازان خوش زندگانی دورم انداخت

ز هر سو دشمنانم را خبر شد
حکایت بعد ازین نوعی دگر شد

جهانی را ازان آگاه کردند
ز وصلش دست من کوتاه کردند

چو خصمان را ازین معنی خبر شد
حدیث ما به هر جایی سمر شد

درین معنی بسی تقریر کردند
به آخر دست این تدبیر کردند

که اینجا بودنش کاری است دشوار
بباید بردنش زین ملک ناچار

برین اندیشه یکسر دل نهادند
برو زین قصه رمزی بر کشادند

چو بشنید این سخن خورشید خوبان
ز رقت شد تنش چون بید لرزان

پدر کز من روانش باد پر نور
مرا پیرانه پندے داد مشہور

" کہ دل در آتش سودا میفروز
ز حسن دلفروزان دیدہ بر دوز

" مکن با دلبران پیوند و یاری
مکن با جان خود زنہارخواری "

من نادان چو پندش داشتم خوار
ازان گشتم بدین خواری گرفتار

ز جور دور گردون چند نالم
چنین تا کے بود آشفتہ حالم

مسلمانان ملامت کم کنیدم
خدا را چارۂ ہمدم کنیدم

نہ درد دل توانم گفت با کس
نہ راہ از پیش میدانم نہ از پس

تنے دارم ز دل در خون نشستہ
ز موج اشک در جیحون نشستہ

دلے دارم درو غم توے بر توہ
روان خونابہ از دل جوے در جوہ

روانے ناوک غم در نشاندہ
وجودے تا عدم راہے نماندہ

غم از این خستۂ تنہا چہ خواہی
ز من دلدادۂ شیدا چہ خواہی

دلم سیر آمد از جان و جوانی
خدایا چارۂ کارم تو دانی

چو یاد آید مرا زان عیش شیرین
فرو بارد ز چشمم عقد پروین

چنان در شوق او افغان بر آرم
کہ دود از گنبد گردان بر آرم

گہے از دست دل در خون نشینم
گہے از دیده در جیحون نشینم

گہے بر جان زار خود بگریم
گہے بر روزگار خود بگریم

گہے از سوز جان افغان بر آرم
نفیر از درد بیدرمان بر آرم

به زاری جوے خون از دیده رانم
به وصف الحال خود این شعر خوانم

غزل همام

خیالی بود و خوابے وصل یاران
شب مهتاب و فصل نوبهاران

میان باغ و یار سروبالا
خرامان بر کنار جویباران

چمن می‌شد ز عکس عارض او
منوّر چون دل پرهیزگاران

سر زلفش ز باد نوبهاری
چو احوال پریشان‌روزگاران

برفت آن نوبهار حسن و بگذاشت
دل و چشمم میان برف و باران

خداوندا هنوزم هست امّید
بده کام دل امّیدواران

همام از نوبهار سبزه و گل
نمی یابم صفاے روے یاران

وهار دل و جانان دیه خوش بی
اوی آنان مه دل با مه بهاران

دریغ آن روزگار شادمانی
دریغ آن در تنعّم زندگانی

کجا رفت آن که طبعم شادمان بود
امیدم حاصل و بختم جوان بود

در خواب دیدن عاشق معشوق را

بسی شبها چو در فریاد و زاری
به صبح آوردم اندر نوحه‌کاری

صباحی ناگهانم خواب بربود
زمانی جانم از زاری بیاسود

خرامان آمد اندر خواب نوشین
خیال آن سهی‌سروم به بالین

مرا دید اوفتاده زار و مدهوش
ز تاب آتش دل سینه پرجوش

در آب دیدهٔ خود غرقه گشته
جگر در تاب و دود از سر گذشته

به جان مجروح و تن بیمار و دل ریش
به کام دشمنان افتاده بی خویش

ز مژگان اشک خونین بر زمین ریخت
ز روی مهربانی در من آویخت

به من می‌گفت کای خو کرده با من
بسی در وصل جان پرورده با من

تو آن در عشق رویم داستانی
تو آن بگزیده یار مهربانی

که بی من یکدم آرامت نبودی
بجز وصلم دگر کامت نبودی

کنون چون بی‌مراد از حکم تقدیر
فتادی در چنین هجران دلگیر

درین سرگشتگی چون است حالت
نمی‌گیرد ز عمر خود ملالت

مرا، تا از تو دورم، نیست آرام
جدا گشتم به صد ناکامی از کام

خیالی گشته‌ام در آرزویت
به جان آمد دلم در جست و جویت

پریشان حال چون زلف بتانم
چو چشم مست خوبان ناتوانم

نماند از سرو قدّم جز خیالی
نماند از مهر رویم جز هلالی

تنم از زندگانی بهره‌ور نیست
ترا از حال زار من خبر نیست

تصوّر شد دلم را کین وصال است
چه دانستم که در خوابم خیال است

شدم تا قصّهٔ خود عرضه دارم
یکایک زخم هجران بر شمارم

در آمد طالع شوریده در کار
شدم از سوزشی از خفته بیدار

چو خالی دیدم از دلبر شبستان
در آمد از دل پر دردم افغان

دل مجروح زارم زارتر شد
درون خسته‌ام بیمارتر شد

غم هجران بدو ناگفته ماندم
چو زلفش زین سبب آشفته ماندم

خروشی از من محزون بر آمد
نفیرم از دل پر خون بر آمد

بجز باد صبا یاری ندیدم
وزو به هیچ غمخواری ندیدم

که راز من به جانانم رساند
ز درد دل به درمانم رساند

پس از نالیدن و فریاد و زاری
بدو گفتم ز روی بیقراری

نامهٔ عاشق به معشوق

الا ای باد عنبر بوی مشکین ندیم و مونس عشّاق مسکین
شفا و راحت هر دردمندی دوا و چارهٔ هر مستمندی
علاج سینهٔ دل‌خستگانی مداوای به غم پیوستگانی

تو آری نامه از یاران به یاران تو سازی مرهم امّیدواران
انیس خاطر بیچارگانی مفرّح نامهٔ آوارگانی
حدیث درد دلها با تو گویند کلید شادمانی از تو جویند
ز روی مردمی وز راه یاری دمی بازم رهان زین دوحکاری
سحرگاهی گذاری کن به جایی به کوی مهربانی آشنایی
بدان منزل که شیرین جانم آنجاست دوای درد بیدرمانم آنجاست
بدان رشک بهشت جاودانی که مسکن دارد آن جان و جوانی
قدم بر آستان دلستان نه ز خاکش دیدهٔ جان را دوای ده
به آزرم از جمالش پرده بردار بنه در پیش او بر خاک رخسار
سلام و بندگیهای فراوان ازین مسکین بدان خورشید تابان
سلامی کز نسیمش جان فزاید سلامی کز دمش دل بر گشاید
سلامی بهرهٔ مشک تتاری سلامی رشک گلبرگ بهاری
سلامی جانفزا چون وصل جانان سلامی خوش چو خوی مهربانان

سلامی کز وجودش عیش زاید　　ز سر تا پای او بوی دل آید

رسان ای خوش نسیم نوبهاری　　حدیثی عرضه دار از روی یاری

بگو "میگوید آن سرگشتهٔ تو　　اسیر عشق و هجران گشتهٔ تو

" دلارام دل و جانم تو بودی　　مراد از کفر و ایمانم تو بودی

" وصالت همدم و همراز من بود　　خیالت روز و شب دمساز من بود

" به وصلت سال و مه در کامرانی　　همی کردم به عشرت زندگانی

" چنان با وصل تو خو کرده بودم　　چنان مهرت به جان پرورده بودم

" که گر یک لحظه بی رویت گذشتی　　جهان بر چشم من تاریک گشتی

" به صد زاری برفتی هوشم از هوش　　تنم در تاب رفتی سینه در جوش

" کنون شد مدّتی تا دورم از تو　　به دل خسته به جان رنجورم از تو

" برفتی و مرا تنها بماندی　　چو مجنون بر سر راهم نشاندی

" دلم در آتش سوزان فگندی　　مرا در غصّهٔ هجران فگندی

" نهادی داغ هجران بر دل ریش　　گرفتم چون دل ریشم سر خویش

" تو آنجا خرّم و شادان نشسته　　من اینجا در غم از جان دست شسته

" تو آنجا در نشاط و شادمانی　　به عشرت میگذاری زندگانی

" من این جا دیده بر راهت کشاده　　به پیغام تو گوش جان نهاده

" کجائی ای دل و جان و جوانی　　کجائی آخر ای همزندگانی

" کجائی وی مداوای دل من　　بیا بکشای کار مشکل من

" کجا آن هر زمان آن دلنوازی　　کجا آن در وفا گردن فرازی

" کنون عمری است ای سرو قباپوش　　که رفتی و مرا کردی فراموش

"" نمی گوئی ' مرا بیچارهٔ هست　　ز ملک عافیت آوارهٔ هست

"" اسیری ' دردمندی ' مهربانی　　غریبی ' بیدلی ' بیخان و مانی

" ز خویش و آشنا بیگانه گشته　　ز سودای غمم دیوانه گشته '

'نمی‌گوئی که 'روزے آرمش یاد　　کنم جانش ز بند غصّه آزاد

"بدو از لطف پیغامے فرستم　　به درمانده دلش کامے فرستم ،

"ز راه و رسم دلداری نباشد　　فرامش‌کاری از یاری نباشد

"بمردم نازنینا در فراقت　　به جان آمد دلم در اشتیاقت

"ز سوزم یاد کن وز غم بیندیش　　مرا مپسند در هجران ازین بیش

"نگارینا به حقّ دوستداری　　دلاراما به حقّ جانسپاری

"به حقّ صحبت دیرینهٔ ما　　به حسن یوسف و خود آن زلیخا

"به آب دیدهٔ من در فراقت　　به آه و نالهٔ من ز اشتیاقت

' که پیمان مشکن و عهدم نگهدار　　مخور بر جان من زنهار زنهار

" چنان کن اے به رخ خورشید خاور　　که گردد زندگی یکبار دیگر

" سعادت باز بر من رو نماید　　در اقبال بر من بر کشاید

" به چشم خویشتن رویت ببینم　　به کام خویشتن پیشت نشینم

" بیابم از فراقت رستگاری　　نیاید بر دل از من شرمساری"

" صبا از روے لطف و کوے یاری　　چو پیغامم سراسر عرضه داری

" بخواه از لعل نوشینش جوابے　　به جوے شادیم باز آور آبے

" روانے باز گرد و زود بشتاب　　مرا یک بار دیگر زنده دریاب

" به پیغامش روانم تازه گردان　　ز بویش مغز جانم تازه گردان

" تو باز آئی برم اے باد شبگیر　　دمت دلبند و جانبخش و جهانگیر"

مناجات

من مسکین سرگردان بیمار　　به عادت شیون آغازم دگر بار

ز روے بیدلی و بیقراری　　همی‌مویم همی‌گویم به زاری

چه کم گردد خدایا از خدائیت　　چه نقصان آید اندر پادشاهیت

که گر بیچارهٔ کامے بیابد — دل افگارے دلارامے بیابد

خداوندا اگرچه دورم از یار — ازو نبریده ام امّید یکبار

اگرچه روزگارم زو جدا کرد — فراقش جامهٔ صبرم قبا کرد

قضا دستم ز وصلش کرد کوتاه — قدر ببرید ناگاهم ز دلخواه

ز من دور اوفتاد آن جان شیرین — فراق آمد نصیبم زان نگارین

زمانه خاطرم ناشاد خواهد — وصالش را ز مشکل داد خواهد

وگرچه آن همه خوش زندگانی — ز وصل دلفروزان کامرانی

به تاثیر اختران بر باد دادند — ز ما هر یک به اقلیمی فتادند

به ناکامی شدیم از یکدگر دور — به عشق اندر جهان گشتیم مشهور

امید از وصل جانان بر نگیریم — مگر کز غصّهٔ هجران بمیریم

به فضلت همچنان امّیدم دارم — که امّیدم نهی اندر کنارم

الٰهیا ، پادشاها ، بے نیازا — خداوندا ، کریما ، کارسازا

به صدق سینهٔ پاکان راهت — به شوق عاشقان بارگاهت

به شب نالیدن پا در کمندان — به آه سوزناک مستمندان

به حق صبر بے پایان ایّوب — به آب چشم خون‌افشان یعقوب

که بر جان من مسکین ببخشاے — در رحمت برین بیچاره بگشاے

بده کام دل شوریدهٔ من — رسان با من بت بگزیدهٔ من

مرا زین بیشتر در هجر مپسند — به فضل خود بر آور پایم از بند

بر احوال تباهم رحمت آور — به آه صبحگاهم رحمت آور

کرم کن بر من بیچاره گشته — چنین گرد جهان آواره گشته

ازین پس درد بر دردم میفزاے — به سوے وصل یارم راه بنماے

دل ریش عبید از غم جدا کن — به فضل خویش کامش را روا کن

خداوندا به حقّ پاکبازان — به فضل خویشتن کامش بیازان

که هر جا هست چون من مبتلایی گرفتار کمند دلربایی
دل افگاری ، اسیری ، عشقبازی به کوی عاشقی گردن فرازی
ز عقل و عافیت بیگانه گشته به سودای بتی دیوانه گشته
بده مقصود جان مستمندان بکن داروی ریش دردمندان
چو من کس را مکن در عشق بیمار به حقّ احمد معصوم مختار

در خاتمت عشاق نامه

به بهتر طالع و فرخنده‌تر فال ز هجرت هفصد و پنجاه و یک سال
به نظم آوردم این درد دل ریش به هرکس باز گفتم قصّهٔ خویش
دو هفته هفتصد بکر از عماری بر آوردم چو خاطر کرد یاری
غرض آن بود کین ابیات دلسوز به دست بیدلی افتد یکی روز
مگر کز سوز دل روزی به جایی کند صاحبدلی بر من دعایی
ببخشد حق برین دلسوزی من بود کان ماه گردد روزی من
سخن‌سازان که دل پر نور دارند من دیوانه را معذور دارند
حدیثم چون ندارد رنگ و بویی که خواهد کرد او را جست و جویی
ز ما دانادلان معنی نجویند دماغ‌آشفتگان آشفته گویند
کنون وقت است اگر کوتاه گیرم سرِ خاموش گشتن راه گیرم

کسی را پای دل در گل مبادا
چنین کار کسی مشکل مبادا

قصهٔ موش و گربه

اگر داری تو عقل و دانش و هوش
بیا بشنو حدیث گربه و موش

بخوانم من برایت داستانی
که در معنای آن حیران بمانی

ای خردمند عاقل و دانا　　قصهٔ موش و گربه بر خوانا

قصهٔ موش و گربهٔ منظوم　　گوش کن همچو دُرّ غلطانا

از قضای فلک یکی گربه　　بود چون اژدها به کرمانا

گربهٔ دوربین و شیرشکار　　کهرباچشم و تیزدندانا

پای کژدم عقاب پیشانی　　بود پُرمکر و پر ز دستانا

شکمش طبل و سینه اش چو سپر　　شیر دنب و پلنگ چنگانا

از غریوش به وقت غرّیدن　　ببر درّنده شد هراسانا

غربا را عدوّ و جامهٔ زرق　　کدخدا را به خانه مهمانا

رهبر دیگ و کاسه و کفچه　　مسرف صحن و سفره و خوانا

سر هر سفره چون نهادی پای　　شیر از وی شدی گریزانا

این چنین گربه که من صفتش　　کردم ای عاقل سخن‌دانا

روزی اندر شراب‌خانه شدی　　از برای شکار موشانا

در پس خنب می‌نمود کمین　　همچو دزدی که در بیابانا

از قضا موشکی ز دیواری　　جست بر خنب می خروشانا

سر به خم در نهاد و می نوشید　　مست شد همچو شیر غرّانا

گفت کو گربه تا سرش بکنم　　پوستش پر کنم ز کاهانا

سر صد گربه را ببخشم من   گاه بخشش به روز احسانا

گربه در پیش من چه سگ باشد   که شود روبه‌رو به میدانا

گربه این می‌شنید و دم نزدے   چنگ و دندان زدے به سوهانا

ناگهان جست و موش را بگرفت   گفت موشک کجا بری جانا

موش گفتا که من غلام تو ام   عفو کن بر من این گناهانا

مست بودم اگر گہے خوردم   گه فراوان خورند مستانا

من غلام غلام حلقه به گوش   طوق بر گردنم غلامانا

گربه گفتا دروغ کمتر گوے   نشنوم من فریب و مکرانا

می‌شنیدم هر آنچه می‌گفتی   آه از دین این مسلمانا

گربه آن موش را بکشت و بخورد   سوے مسجد بشد خرامانا

دست و رو را بشست و مسح کشید   ورد می‌خواند همچو دیّانا

بار الٰہا که توبه کردم من   ندرم موش را به دندانا

گربه می‌کرد توبه در مسجد   یا کریم و قدیم و سبحانا

کار من توبه است و استغفار   اے خداوندگار رحمانا

بہر این خون ناحق اے خلّاق   من تصدّق دهم دو من نانا

تو ببخشی گناهم اے غفّار   از گنه گشته‌ام پشیمانا

در مکر و فریب باز نمود   تا به حدّے که گشت گریانا

موشکے بود در پس منبر   زود برد این خبر به موشانا

مژدگانی که گربه تائب شد   زاهد و عابد و مسلمانا

بود در مسجد آن ستوده خصال   در نماز و نیاز و افغانا

این خبر چون رسید بر موشان   همه گشتند شاد و خندانا

هفت موش گزیده بر جستند   هر یکے کدخدا و دهقانا

بر گرفتند بہر گربه ز مهر   هر یکے تحفه‌هاے الوانا

آن یکی شیشهٔ شراب به کف — وان دگر برّه‌های بریانا

آن یکی طشتکی پر از کشمش — وان دگر یک طبق ز خرمانا

آن یکی ظرفی از پنیر به دست — وان دگر ماست با کُر * و نانا

آن یکی خوانچهٔ پلو بر سر — افشره آب لیمو عمّانا

نزد گربه شدند آن موشان — با سلام و درود و احسانا

گربه چون موشکان بدید بخواند — رِزْقُکُم فِی السَّماءِ سبحانا

من گرسنه بسی بسر بردم — رزقم امروز شد فراوانا

روزه بردم به روزهای دگر — از برای رضای رحمانا

هرکه کار خدا کند به یقین — روزیش می‌شود فراوانا

بعد ازان گفت پیش فرمایید — قدمی چند ای رفیقانا

موشکان جمله پیش او رفتند — تن شان همچو بید لرزانا

عرض کردند با هزار ادب — که فدای رهت همه جانا

لائق خدمت تو پیشکشی — کرده‌ایم و قبول فرمانا

ناگهان گربه جست بر موشان — چون مبارز به روز میدانا

پنج موش گزیده را بگرفت — هر یکی کدخدا و ایلخانا

دو بدین چنگ و دو بدان چنگال — یک به دندان چو شیر غرّانا

آن دو موش دگر که جان برده — زود برده خبر به موشانا

که چه بنشسته‌اید ای موشان — خاک تان بر سر ای جوانانا

پنج موش گزیده را بدرید — گربه با چنگها و دندانا

موشکان جمله زین مصیبت و غم — کرده جامه سیه چو قیرانا

خاک بر سر کنان همی‌گفتند — ای دریغا گزیده موشانا!

بعد ازان متّفق شده رفتند — جانب پای‌تخت سلطانا

---

* کُر = برنج که در اردو چاول می‌گویند۔

تا به شه عرض حال خویش کنند   از ستمهای خیل گربانا
شاه موشان نشسته بود به تخت   دید از دور خیل موشانا
همه تعظیم کرده گفتندش   کای تو شاهنشهی به دورانا
گربه کردست ظلم بر ماها   ای شهنشه شویم قربانا
گربه تا بود فاسق و فاجر   نخر او یک بدی به سالانا
سالی یک دانه میگرفت از ما   حال حرصش شده فراوانا
این زمان پنج پنج میگیرد   تا شده تائب و مسلمانا
جمله خاکی به سر همیکردند   کای دریغا گزیده دهقانا
نزد خاقان خویش آن موشان   نیک خواندند قصه گربانا
درد دل چون به شاه خود گفتند   شاه فرمود کای عزیزانا
من تلافی به گربه خواهم کرد   که شود داستان به دورانا
بعد یک هفته لشکری آراست   سیصد و سی هزار موشانا
همه با نیزهها و تیر و کمان   همه با تیغهای برّانا
فوجهای پیاده از یک سو   سیفها درمیانه جولانا
چون که جمع آوریّ لشکر شد   از خراسان و رشت و گیلانا
یکّه موشی درون لشکر بود   هوشمند و دلیر و فتّانا
گفت باید یکی ز ما برود   نزد گربه به شهر کرمانا
یا بیا پایتخت در خدمت   یا که آمادهباش جنگانا
موشکی بود ایلچی ز قدیم   شد روانه به شهر کرمانا
نرم نرمک به گربه حالی گفت   که منم ایلچی ز شاهانا
خبر آوردهام برای شما   قصد تو کرده شاه موشانا
بروبیا پایتخت در خدمت   یا که آماده باش جنگانا
گربه گفتا که شاه گُه خوردست   من نیایم برون ز کرمانا

لیکن اندر خفا تدارک کرد   لشکر معظمی ز گربانا

گربه‌های براق و شیرشکار   از صفاهان و یزد و کرمانا

لشکر گربه چون فراهم شد   راند یکسر به سوی میدانا

لشکر موشها ز راه کویر   لشکر گربه از کهستانا

در بیابان فارس هر دو سپاه   رزم دادند چون دلیرانا

جنگ مغلوبه شد دران وادی   هر طرف رستمانه جنگانا

آن قدر موش و گربه کشته شدند   که نیاید حساب آسانا

حملهٔ سخت کرد گربه چو شیر   بعد ازان زد به قلب موشانا

موشکی اسپ گربه را پے کرد   گربه شد سرنگون ز زینانا

الله الله فتاد در موشان   که بگیرید پهلوانانا

موشکان طبل شادیانه زدند   بهر فتح و ظفر فراوانا

شاه موشان بشد به پیل سوار   لشکر از پیش و پس فراوانا

گربه را هر دو دست بسته بهم   با کلاف و طناب و ریسمانا

شاه گفتا به دار آویزند   این سگ روسیاه نادانا

گربه چون دید شاه موشان را   غیرتش شد چو دیگ جوشانا

همچو شیرے نشست بر زانو   کَند آن بند را به دندانا

موشکان را گرفت و زد به زمین   که شدندے به خاک یکسانا

لشکر از یک طرف فراری شد   شه از یک جهت گریزانا

از میان رفته پیل و پیل سوار   مخزن و تخت و تاج و ایوانا

هست این قصهٔ عجیب و غریب
یادگار عبید زاکانا

جان من پند گیر ازین قصّه   که شوی در زمانه شادانا

غرض از موش و گربه بر خواندن   مدّعا فهم کن پسر جانا